تحفظ ختم نبوت کا حقیقی علمبردار واحمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا ترجمان

ماہنامہ

چودھویں صدی

دھلی

ما مسلمانیم از فضلِ خدا مصطفٰے مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را بروشد اختتام
ختم شد برنفس پاکش ہر کمال لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

(کلام مسیح موعود)

Rs.10

ایڈیٹر: ممتاز عالم

اگست ۲۰۱۳ء

www.alahmadiyya.org

تحفظ ختم نبوت کا حقیقی علمبردار واحمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا ترجمان

ماہنامہ
چودھویں صدی
دہلی

سرپرست
جناب شوکت اے علی صاحب
دامت برکاتہم

ایڈیٹر
مفتی ممتاز عالم

جلد نمبر........................۱۴
شمارہ........................۸
شوال ۱۴۳۴ھ
بمطابق اگست ۲۰۱۳ء

۱۔ اداریہ..ایڈیٹر..............................۲

۲۔حضرت مرزا غلام احمد مجدد صد چہاردہم کی سوانح عمری
ڈاکٹر بشارت احمد.............۴

۳۔حضرت امام الزماںؑ کی پاک تعلیم
ادارہ.................۸

۴۔موجودہ سائنسی ایجادات وصداقت قرآن کریم
حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری.........۱۰

۵۔اسلام اور علم
ادارہ.....................۲۱

۶۔صحت عامہ
ادارہ...............۲۴

بدل اشتراک
فی شمارہ ....۱۰ روپے
سالانہ ....۱۰۰ روپے
بیرون ملک ....۱۰ پونڈ
ڈالرامریکن ۱۲ڈالر

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

خط وکتابت کا پتہ: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا L-25A، دلشاد گارڈن، دہلی۔110095 فون :011-22596616 (موبائل) 9910750455
E-mail:ahmadiyyaanjuman@yahoo.co.in Our Websites: www.aaiil.org

کسی بھی معاملے کی شنوائی صرف دہلی کی عدالت میں ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

کہ آج بھائی اپنے بھائی کا دشمن بنا ہوا ہے۔ والسلام جیسا کہ عیاں ہے آج مسلم قوم مجموعی طور پر سخت بحران میں مبتلا ہے اور دنیا کے پردے پر اس کی حالت بہت افسوسناک حد تک کی پرستش سے بلند ہو کر ملک وملت کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہوں۔

بدقسمتی سے ہمارے علماء وقائدین صدیوں سے ان اخلاق وصفات سے عاری چلے آرہے ہیں اور ناعاقبت اندیشی کے شکار ہیں۔ پھر فرقہ پرستی میں مبتلا ہونے کے سبب حقیقی سوجھ بوجھ بھی ان سے چھین لی گئی ہے اس کے باوجود وہ اب بھی اپنے آپ کو امت مسلمہ کا ناخدا کہنے کی غلط فہمی میں مبتلا ہیں اور ابھی بھی ان کے اندر اپنی برتری ورہنمائی کی دھن ہے لیکن ان کے عزائم کسی بلند نصب العین سے یکسر خالی ہیں۔ ان کے پاس قوم وملک کے لئے کوئی منظّم رفاہی، تعلیمی یا سماجی پروگرام بھی نہیں ہے۔ ان کے یہاں دعووں کی تو بھر مار ہے مگر عمل کی ناپیدگی کے سبب ان پر **لم تقولون مالاتفعلون** کی سی کیفیت طاری ہو چکی ہے۔

آج تاریخ عالم میں سب سے بڑی مظلوم شخصیت زمانہ حال کے مجدد ومصلح حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی دکھائی دیتی ہے، جو ابھی تک ظاہر پرست علماء وفرقہ باز مولویوں کے فتووں کا سب سے زیادہ شکار بنی ہوئی ہے، اور علماء حق کی پے درپے خاموشیوں نے ان کو اس پر اور بھی دلیر بنا دیا ہے۔ حالانکہ آپ کی آمد تو اس لئے ہوئی تھی کہ اس بگڑی ہوئی قوم کو راہ راست پر لائیں اور بحران سے بکلی نجات دلائیں، مگر کیا کیا جائے اس قوم کا جو اپنی حالت سدھارنے کے لئے تیار نہیں۔ آج سے ایک صدی قبل جب آپ نے اس کے لئے ہر طرف صدائیں بلند کیں اور اس پر لبیک کہنے والوں ہزاروں فدائین اسلام کو ایک جماعت کی صورت میں اس راہ پر گامزن کرتے ہوئے اس کو **وامرھم شوریٰ بینھم** کی محکم چٹان پر جمہوری نظام کی شکل میں استوار کر دیا اور سبھی اہل توحید کو اس پلیٹ فارم پر آنے کی دعوت دی مگر یہ ظاہر پرست مولویوں کو بالکل راس نہیں آئی، انہوں نے آپ کے بالمقابل عوام میں اپنا قد چھوٹا ہوتا ہوا دیکھ کر آپ کے خلاف اپنی فطرت قدیمہ پر اتر آئے پھر گذشتہ ائمہ ومجددین کی طرح آپ کی ذات کو بھی اپنے ان فتوؤں کے گھیرے میں لے لیا، جن سے صدیوں سے سینکڑوں برگزیدگان واولیاء اللہ کو چھلنی کرتے آئے تھے۔ آپ کی ذات کو بھی خوب جی بھر کر نشانہ بنانا شروع کر دیا اور آپ کی شخصیت کو داغدار کرنے میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑا۔ حاشا وکلا یہاں تو انہوں نے اپنی ماقبل کی ساری روایتوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور اپنے خود تراشیدہ بہتیرے وقسمہا قسم کے سیکڑوں الزامات وبہتانات کے دبیز پردوں سے آپ کے اس پیغام حق کو ایسا ڈھانک دیا ہے کہ کوئی راہ گیر یا حق کا متلاشی ادھر آنے کی جرأت ہی نہ کر سکے، اور اگر کرے تو اس کو ان فتووں کی بارش سے تربتر ہونے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ دکھائی دے ———— اللہ کی پناہ! آج بھی ان فتووں کی یلغار اتنی سخت ہے کہ جو بھی اس برگزیدہ سے لو لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس پر انکی زبردست بوچھار ہوتی ہے۔ حالانکہ آپ فرماتے ہیں۔

ما مسلمانیم از فضل خدا مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیرالانام ہر نبوت رابرو شد اختتام
من نیستم رسول ونیاوردہ ام کتاب ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم
جانم فدا شود برہِ دینِ مصطفےٰ ایں است کام دل اگر آید میسرم

مگر افسوس کہ ان کفرباز مولویوں نے اس مردِ خدا کی ایک بھی نہ سنی، آپ کی باتوں پر دھیان دینا، انہوں نے اپنی شان کے خلاف سمجھا اور پے درپے ایذارسانی کے ذریعہ اپنے خبث باطن پر ''شر من تحت ادیم السماء '' کی مہر ثبت کرتے ہوئے آپ کو اپنا تختہ مشق بناتے رہے، اور اس وقت تک دم نہیں لیا جب تک کہ علماء یہود کی ایک ایک سنتوں کو زندہ کر کے لوگوں میں پوری طرح رائج نہیں کر دیا اور مسلمانوں کو آپسی لعنت وملامت کا شکار بنا کر بالکل بے بس ومجبور نہیں کر دیا۔ افسوس صد افسوس! بہر حال اب جبکہ امت مسلمہ ان چیزوں پر پھنس کر بالکل کمزور وناتواں ہو چکی ہے اور ہر طرف سے اسے یلغار کا سامنا ہے تو آج سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس طریقہ کار کا سخت محاسبہ کریں اور پھر ماضی کی ان سیاہ تحریروں پر ملمع سازی کی بجائے ان سے کھلم کھلا بیزاری کا اظہار کر دیں، جس سے

ہے۔اورگھروں میں اتحادواتفاق کی جگہ خانہ جنگی نے لے لی ہے۔حالانکہ وقت کی فریادتو یہ ہے کہ انما المومنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم کی داغ بیل ہرجگہ بنا کسی قیل وقال یابناکسی تاخیر کے علی الفورڈال دی جائے اور اپنی ساری پریشانیوں کاحل حسب ہدایت الٰہی براہ اصلاح بھائی چارگی میں تلاش کی جائے۔یادرکھئے اگرہم اسی طرح خواب غفلت میں پڑے رہے توصرف یہی نہیں کہ امت مسلمہ کی ہلاکت یقینی ہے بلکہ پوری انسانیت خطرے میں آجائے گی،اور کرۂ ارض کے ہراور''ظهر الفساد بالبر والبحر'' کاقہر برپاہوجائے گا کیونکہ دین قیم کے وارث اورخیرامت ہونے کے ناطے پوری دنیا کی قسمت ہم سے وابستہ ہے۔

لہٰذااس کے لئے لازم ہے کہ سب سے پہلے ہمارے علماءوقائدین نفرتوں سے پاک وصاف ہوں۔پھرامن وآشتی کالبالب جام لےکر'' ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة'' سےلیس ہوکرایک پلیٹ فارم پرجمع ہوں،اورامت مسلمہ کے لئے صلاح وفلاح کی قسم کھائیں اوراپنی قوم وملت کےایک ایک فردکودینی ودنیاوی غرض کہ ہرایک علم وہنراورتہذیب وتمدن سے آراستہ کرنے کی اسکیم بنائیں اور'''واعتصموا بحبل الله جميعا'' کی ربانی پکارپراپنے سارے شکوے وگلے کوبالکل قربان کرتے ہوئے اپنے ان اختلافات کے سارے تانے بانے یکدم اکھاڑپھینکیں تاکہ ہرایک اہل قبلہ وکلمہ گواورامن کے ہرشیدائی کو یکجاجمع ہونے کابھرپورموقع میسرہوسکے،اور برادرانہ ماحول کے لئے حالات سازگارہوں،اورہمارے اندروہ معجزنمااخلاق وصفات پیداہوجائیں جس کی جھلک دیکھ کردنیاایک بارپھرانگشت بدنداں ہوجائے۔

آئے دن اخبارات میں شائع ہونے والےملت کے غمخواروں کے بیشترتحریرات ومضامین اورحالات زمانہ بھی ہمیں اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔توپھرکیا آپ اس جرأت کی پہل کریں گے کہ حاملین کلمہ پرمولویوں کےاس کفریہ یلغار(جس سے کہ مومنوں کی کسرشان کے ساتھ ساتھ کلمہ طیبہ کی بھی واقع توہین ہوتی ہے) سےعلی الاعلان بیزاری کااظہارکردیں اوراپنے اہل حلقہ کوبھی اس کی طرف دعوت دیں تاکہ نفرتوں کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ ربائیت اوردین میں بےجادخل اندازی کا بھی خاتمہ کیاجاسکےاوران بکھرے ومنتشرسبھی فرزندان توحیدکوایک ساتھ پھلنے پھولنے کاموقع ملےاوربانی جماعت احمدیہ اوراس کے پیروکاروں کومظلومیت کے دائرہ سے باہرنکالاجاسکے،لوگ تحریک احمدیت اوراس کے کارناموں سے روشناس ہوں جوکہ گذشتہ ایک صدی سے باغ اسلام کوسینچنے کے لئے متواترسرتوڑکوشش کرتی آرہی ہے۔اورجس کوابھی تک اپنوں سے پھولوں کے بجائے خارہی ملے ہیں۔یہاں سے امت کے افرادکووہ غذابلاروک ٹوک ملنی شروع ہوجائے،جس کی آج صرف ہمیں یاآپ کوہی نہیں بلکہ پوری دنیاکوشدیدضرورت ہے۔واضح رہے کہ جن خطرات سے آج ہم دوچارہیں،اورجس سے چھٹکارہ پانے کے لئے ہرطرف سے آہ وبکاہےاورجس کے لئے ہرسُوانسانیت چیخ رہی ہے،آج سے ایک صدی قبل ایک مسیحانے اس صورت حال سے دنیاوالوں کوپوری طرح آگاہ کردیاتھا،اوراس سےبکلی نجات کے لئے بصورت مجددوقت اپنے آپ کودنیاکے سامنے پیش کیاتھاجس کے لئے آج ہم اورآپ بلکہ پوری انسانیت حیران وپریشان ہےاوراس کشمکش میں ہے کہ آیااس سے چھٹکارہ کاراستہ کیاہے؟ جبکہ وہ ہمیں پہلے ہی سے وہ سب کچھ بتاگیاہے۔کیااچھاہوتاکہ ہم اس کی باتوں پردھیان دیتے اوراس کواپناتے جوکہ ہمیں اپنابھولاہواسبق یاددلاتاہےاوربراہ راست ماخذوحی سے ہمارارشتہ جوڑتاہے۔دراصل یہی ہمارامقصدومدعاہے۔

بالآخرماہنامہ چودھویں صدی کے ذریعہ تمام علماءعرب وعجم اور ہمدردان قوم ورہبران ملت کودعوت فکردیتے ہیں کہ خدارابانی تحریک احمدیت اوراس کے پیروکارکے بارے میں ازسرنوغورفرمائیں اورحق کوحق کہنے میں دیانت داری اورجرأت مندی کامظاہرہ فرمائیں۔پھروہ گھڑی دورنہیں کہ یہیں سے ہمارے لئےایک نئ صبح کاآغازہوجائے،اگرآپ حضرات اپنے پروگرام طےکرنے سے پہلے ایک نگاہ تحریک احمدیت پربھی ڈالنے کی زحمت فرمائیں،اوردیکھیں کہ کہیں ایساتو نہیں کہ جس کی آپ کوتحقیق وجستجوہے یاجو،اب آپ کرنے جارہے ہیں۔وہ سب کچھ یہاں پہلے ہی سے موجودہےاوروہ ربائیت وپاپائیت یامولویت کے دخل اندازی سے بھی یکسرپاک وصاف ہے،پھرہم اپنے قلوب میں اس خالص دین الٰہی کادیاجلاکرچہاردانگ عالم میں پھیل جائیں اورہرطرف جگمگااٹھیں اوردنیاوالے اس کے سہارےاس سیدھےراہ پرچلنےلگ جائیں جوکہ واقعی منزل مقصودکی طرف لےجاتاہےاورخالق سےمخلوق کارشتہ مضبوط کرتاہے۔

والسلام خداحافظ

☆☆☆

حضرت مرزا غلام احمد مجدد صد چہاردہم کی سوانح عمری

قسطوار

ڈاکٹر بشارت احمد

تمام اعزا واقارب سے قطع تعلق:

الغرض مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین وغیرہ کی شرارت سے سارے کے سارے رشتہ داروں نے متحد ہوکر آپ کے اس رشتہ کی سخت مخالفت کی اور آپ کے مقابل میں ایسا متحدہ محاذ قائم کیا کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ چنانچہ حضرت صاحب کی بھاوج مرزا غلام قادر مرحوم کی بیوی جو محمدی بیگم کی سگی خالہ تھیں اور مرزا سلطان احمد آپ کے فرزند کی تائی تھیں۔ وہ بھی اس معاملہ میں بڑا حصہ لیتی رہیں۔ اور جو سب سے زیادہ قابل افسوس امر تھا وہ یہ تھا کہ آپ کی بھاوج کے زیر اثر آپ کے سب سے بڑے فرزند مرزا سلطان احمد صاحب اور ان کی والدہ یعنی حضرت اقدس کی پہلی بی بی بھی اس فتنہ میں برابر کا حصہ لیتی رہیں۔ مرزا سلطان احمد، مرزا امام الدین کے داماد بھی تھے۔ اس لئے بیوی اور خسر کا اثر بھی ان پر تھا۔ بہر حال حضرت صاحب نے بہتیرا ان سب کو سمجھایا کہ دیکھو تم لوگ نے اس معاملہ کو عوام میں مشتہر کر کے اسلام کی عزت کا سوال پیدا کر دیا ہے اور میں اسلام کی عزت کے سامنے کسی تعلق کی بھی پروا نہیں کرتا۔ اگر تم اس شرارت سے باز نہ آؤ گے اور مجھے سامنے رکھ کر اسلام کو دنیا میں بدنام کرنے کی کوشش کرو گے اور اس طرح خدا کی نظر میں ظالم ٹھہرو گے تو میرا تم سے کوئی تعلق باقی نہ رہے گا۔ اور ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار (کہ ظالموں کی طرف مائل نہ ہو پھر تمہیں بھی آگ کا عذاب چھوئے گا) کے قرآنی حکم کے ماتحت میں تم سے قطع تعلق کرنے پر مجبور ہوں گا۔ مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اور پٹی کے ایک شخص مرزا سلطان محمد سے محمدی بیگم کے نکاح کی بات چلا دی۔ اس پر ۲رمئی ۱۸۹۱ء کو حضرت صاحب نے ایک اشتہار دیا۔ جس کا عنوان تھا ''اشتہار نصرت دین وقطع تعلق از اقارب مخالف دین'' اس میں صاف طور پر لکھ دیا کہ ہمیں دین اسلام سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اور اس کی نصرت اور غلبہ ہر چیز پر مقدم ہے اور اس کی خاطر میں اپنے تمام عزیز واقارب سے جو دین کی عزت کی پروا نہیں کرتے بلکہ اسے رسوا ہوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں قطع تعلق کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے تعلق رکھنا چاہتے ہیں تو وہ اپنی ان تمام حرکات سے باز آجاویں جن میں اسلام کی رسوائی مضمر ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اپنے فرزند مرزا سلطان احمد صاحب اور ان کی والدہ صاحبہ کے متعلق بھی جو کچھ اس اشتہار میں تحریر فرمایا ہے وہ میں اصل الفاظ میں نقل کئے دیتا ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

''میرا بیٹا سلطان احمد جو نائب تحصیلدار لاہور میں ہے۔ اور اس کی تائی صاحبہ جنہوں نے اس کو بیٹا بنایا ہوا ہے وہی اس مخالفت پر آمادہ ہوگئے ہیں۔ اور یہ سارا کام اپنے ہاتھ میں لیکر اس تجویز میں ہیں کہ عید کے دن یا اس کے بعد اس لڑکی کا نکاح کسی سے کیا جائے اگر یہ اوروں کی طرف سے مخالفانہ کارروائی ہوتی تو ہمیں درمیان میں دخل دینے کی کیا ضرورت اور کیا غرض تھی۔ امر ربی تھا۔ اور وہی اس کو اپنے فضل وکرم سے ظہور میں لاتا۔ مگر اس کام کے مدار المہام وہ ہوگئے جن پر اس عاجز کی اطاعت فرض تھی۔ اور ہر چند سلطان احمد کو سمجھایا اور بہت تاکیدی خط لکھے کہ تو اور تیری والدہ اس کام سے الگ ہوجائیں ورنہ میں تم سے جدا ہوجاؤں گا اور تمہارا حق نہیں رہے گا۔ مگر انہوں نے میرے خط کا جواب تک نہ دیا اور بکلی مجھ سے بیزاری ظاہر کی۔ اگر ان کی طرف سے تیز تلوار کا بھی مجھے زخم پہنچتا تو بخدا میں اس پر صبر کرتا لیکن انہوں نے دینی مخالفت کر کے اور دینی مقابلہ سے آزار دیکر مجھے بہت ستایا۔ اور اس حد تک میرے دل کو توڑ دیا کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ اور عمداً چاہا کہ میں سخت ذلیل کیا جاؤں۔ سلطان احمد ان دو بڑے گناہوں کا مرتکب ہوا۔ اول یہ کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے دین کی مخالفت کرنی چاہی اور یہ چاہا کہ دین اسلام پر تمام مخالفوں کا حملہ ہو اور یہ اپنی طرف سے اس نے ایک بنیاد

رکھی ہے اس امید پر کہ یہ جھوٹے ہوجائیں گے اور دین کی ہتک ہوگی اور مخالفوں کی فتح۔ اس نے اپنی طرف سے مخالفانہ تلوار چلانے میں کچھ فرق نہیں کیا............ (دوم یہ کہ) سلطان احمد نے مجھے جو میں اس کا باپ ہوں سخت ناچیز قرار دیا اور میری مخالفت پر کمر باندھی اور قولی اور فعلی طور پر اس مخالفت کو کمال تک پہنچادیا۔ اور میرے دینی مخالفوں کی مدد کی۔ اور اس کی ہتک بدل وجان منظور رکھی۔ چونکہ اس نے دونوں طور کے گناہوں کو اپنے اندر جمع کیا۔ اپنے خدا کا تعلق بھی توڑ دیا اور اپنے باپ کا بھی اور ایسا ہی اس کی دونوں والدہ نے کیا (یعنی ایک حقیقی والدہ اور دوسری تائی جنہوں نے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ ناقل) سوجبکہ انہوں نے کوئی تعلق مجھ سے باقی نہیں رکھا اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اب ان کا کسی قسم کا تعلق مجھ سے باقی رہے۔ اور ڈرتا ہوں کہ ایسے دینی دشمنوں سے پیوند رکھنے میں معصیت نہ ہو۔ لہٰذا میں آج کی تاریخ کہ دوسری مئی ۱۸۹۱ء ہے عوام اور خواص پر بذریعہ اشتہار ہذا ظاہر کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس ارادہ سے باز نہ آئے اور وہ تجویز جو اس لڑکی کے ناطہ اور نکاح کرنے کی اپنے ہاتھ سے یہ لوگ کررہے ہیں اس کو موقوف نہ کردیا اور جس شخص کو انہوں نے نکاح کے لئے تجویز کیا ہے اس کو رد نہ کیا بلکہ اس شخص کے ساتھ نکاح ہوگیا تو اسی نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہوگا اور اسی روز سے اس کی والدہ پر میری طرف سے طلاق ہے''۔

مذکورہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو اگرچہ یہ بھی رنج تھا کہ خود مرزا سلطان احمد آپ کا بیٹا اور اس کی والدہ یعنی آپ کی بیوی آپ کے مخالف دین اقارب کے ساتھ مل کر آپ کو عوام میں جھوٹا اور ذلیل کرنے کے درپے ہورہے ہیں۔ مگر سب سے بڑا جو رنج تھا وہ یہ تھا کہ اس طرح رسول اللہ ﷺ کے دین کی رسوائی ہوتی تھی اور مخالفوں کو اسلام پر حملہ کرنے کا موقعہ ملتا تھا کہ اسلام کے برکات اور ثمرات کے مدعی صاحب کا سارا دعویٰ خاک میں مل گیا۔ پس آپ اس کے لئے ہرگز تیار نہ تھے کہ خود آپ کا اپنا بیٹا اور اپنی بیوی اس طرح اسلام کی رسوائی اور تذلیل کے مرتکب ہوں آپ کو دین کے لئے اس قدر غیرت تھی کہ وہ اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار تھے۔ چنانچہ اسی امر کے متعلق آپ نے اس اشتہار کے ذریعہ اپنے سب اقارب حتی کہ اپنے بیٹوں اور بیوی تک کو تنبیہ کردی کہ ان حرکات سے باز نہ آنے کی صورت میں آپ ان میں سے ہر ایک سے قطع تعلق کرنے کو تیار ہیں۔

مرزا شیر علی بیگ مرزا احمد بیگ کا بہنوئی تھا۔ اس کی بیوی مرزا احمد بیگ کی بہن حضرت صاحب کی سخت دشمن اور پرلے درجہ کی بدزبان تھی۔ لطف یہ کہ شیر علی بیگ کی بیٹی حضرت صاحب کے دوسرے بیٹے مرزا فضل احمد سے بیاہی ہوئی تھی۔ بیٹی بھی علی ہذا القیاس ماں کے بالکل نقش قدم پر تھی۔ شیر علی بیگ کی بیوی یعنی مرزا فضل احمد کی ساس اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کی اس قدر ہمنوا تھی کہ اس نے بہت کچھ ہزلیات بکتے ہوئے صاف کہہ دیا کہ ''مرزا غلام احمد سے رشتہ کرنا کیسا ہم پہلا رشتہ بھی توڑنے کو تیار ہیں بے شک فضل احمد میری بیٹی کو طلاق دیدے۔ ہم خوش ہیں''۔ حضرت اقدس کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے مرزا شیر علی بیگ کو ۴؍ مئی ۱۸۹۱ء کو ایک خط لکھا جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کے گھر کے لوگ (یعنی مرزا فضل احمد کی ساس۔ مرزا احمد بیگ کی بہن۔ ناقل) اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں۔ ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ اور اللہ رسولؐ کے دین کی کچھ پروا نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے۔ مجھ کو بچالینا اللہ کا کام ہے......آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے۔ صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے بیشک طلاق دیدے ہم راضی ہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کی مرضی کے خلاف نہیں کریں گے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں......لہٰذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آئیں اور اپنے بھائی (مرزا احمد بیگ) کو اپنے ارادہ سے روک نہ دیں پھر جیسا کہ خود آپ کی منشا ہے۔ میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی

کو اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا''۔

اس خط سے صاف ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں آپ کے تمام رشتہ دار کس طرح ایک متحدہ محاذ بنا کر آپ کو ذلیل اور خوار کرنے اور آپ کے ساتھ اسلام تک کی ذلت اور رسوائی کروانے کے لئے ہمہ تن آمادہ تھے۔ اور یہ ساری آگ مرزا امام الدین اور مرزا نظام الدین کی لگائی ہوئی تھی جو دہریہ طبع اور سخت بیدین تھے۔ اور جنہوں نے سارے اعزا و اقارب کو اس طرح برانگیختہ اور برافروختہ کر رکھا تھا کہ حضرت صاب کے قطع تعلق کے اعلان کی پروا کرنے کے بجائے وہ خود حضرت صاحب سے ہر طرح سے قطع تعلق کرنے کے لئے تیار تھے۔ یہاں تک کہ ماں اپنی بیٹی کا گھر اجاڑنے کے لئے بھی آمادہ تھی۔ قصہ کوتاہ یہ کہ ان لوگوں نے جو سخت جاہل اور بیدین اور خاندانی حمیت وغیرت کے (جو حمیتِ جاہلیت کا حکم رکھتی تھی) نہایت دلدادہ تھے۔ حضرت اقدس کے اعلان کو نہایت حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اور سب نے مل ملا کرے اپریل ۱۸۹۲ء کو محمدی بیگم کا نکاح مرزا سلطان محمد سے کر ہی دیا۔ اس پر حضرت صاحب نے اپنے اعلان کے مطابق ان سب سے قطع کر لیا۔ جیسا کہ آپ نے قطع تعلق والے اشتہار کے آخر میں تحریر فرمایا تھا کہ:

''کیونکہ انہوں نے آپ تعلق توڑ دئے اور توڑنے پر راضی ہوگئے۔ سو اب ان سے کچھ تعلق رکھنا قطعاً حرام اور ایمانی غیوری کے برخلاف اور ایک دیوثی کا کام ہے۔ مومن دیوث نہیں ہوتا۔

چوں نہ بود خویش رادیانت وتقویٰ
قطع رحم بہ از مودّت قربیٰ

البتہ مرزا فضل احمد صاحب نے جو مرزا سلطان احمد صاحب سے چھوٹے آپ کے دوسرے فرزند تھے اس موقعہ پر نہایت سعادتمندی برتی کہ اقارب سے اس قطع تعلق کے موقعہ پر اپنے مقدس والد کا ساتھ دیا اور حضرت ابن عمر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جنہوں نے بعض وجوہ کے ماتحت اپنے والد حضرت عمرؓ کے فرمانے پر اپنی بی بی کو طلاق دیدی تھی (ابو داؤد) اپنی بیوی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر حضرت اقدس کی خدمت میں بھیجدیا کہ جب چاہیں یہ طلاق نامہ اسے بھیج دیں۔ لیکن باوجود اس کے کہ آپ نے تمام اقارب سے قطع تعلق کر لیا تھا اور اسی سلسلہ میں مرزا فضل احمد کا تعلق بھی اس خاندان سے منقطع ہو جانا چاہئے تھا اور آپ نے ایسا ارادہ بھی کیا تھا لیکن اس وقت آپ پر یہ خیال غالب آگیا کہ میاں بیوی میں جدائی نہ ڈالی جائے۔ شاید اس کی بیوی کی اصلاح ہو جائے۔ آپ نے وہ طلاق نامہ فضل احمد کی بیوی کو نہ بھیجا نتیجہ یہ ہوا کہ بیوی کے اثر سے آخر کار فضل احمد بھی پھسل گیا اور دشمن دین کنبہ سے جاملا۔

مرزا احمد بیگ کی موت:

الغرض حضرت اقدس کے ان دشمنانِ دین اقارب نے نہات شوخی سے محمدی بیگم کا نکاح دوسری جگہ کر کے گویا خدا سے عذاب کا نشان چاہا۔ جیسے حضرت صالح کی قوم نے نہایت شوخی سے اونٹنی کو جو نشان الٰہی تھی مار کر خدا سے عذاب کا نشان مانگا تھا۔ اپریل ۱۸۹۲ء میں محمدی بیگم کا نکاح مرزا سلطان احمد سے ہوا تھا۔ اس نکاح کو ابھی تین ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ احمد بیگ عذاب الٰہی میں پکڑا گیا۔ اور پہلے اسے اپنے بیٹے اور دو ہمشیرگان کی وفات کا صدمہ اٹھانا پڑا اور اس کے بعد خود تپ محرقہ سے بیمار ہوا اور نکاح سے چھ ماہ بعد ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو شفا خانہ میں ہی مر گیا۔ اور محمدی بیگم کی والدہ اپنے پانچ چھ بچوں کے گراں بوجھ کے نیچے دبی ہوئی بیوہ رہ گئیں اور سارا غرور و نخوت خاک میں مل گیا۔ پیشگوئی کا یہ حصہ جس صفائی سے پورا ہوا اس کا اعتراف اور تو اور خود مولوی محمد حسین بٹالوی جیسے شدید دشمن کو بھی (۱۸۹۳ء میں مولوی حسین بٹالوی کی دشمنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی) طوعاً وکرہاً کرنا پڑا اور اس نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں لکھا کہ اگرچہ یہ پیشگوئی تو پوری ہوگئی مگر یہ الہام سے نہیں بلکہ علم رمل یا نجوم وغیرہ سے کی گئی تھی۔ رمل اور نجوم کا افترا تو مولوی صاحب موصوف کے بغض وتعصب کا نتیجہ اور اپنی گذشتہ تحریروں کے خلاف ایک بہتان ہے۔ لیکن اتنا تو ظاہر ہو گیا کہ پیشین گوئی اس صفائی سے پوری ہوئی تھی کہ اس کے پورا ہو جانے کا انہیں بھی اعتراف کرنا پڑا۔

مرزا احمد بیگ کی موت کے علاوہ دوسرے مصائب:

حضرت اقدس مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کے متعلق الہامات کی

تشریح کرتے ہوئے ۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء کو تتمہ اشتہار، ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں تحریر فرمایا تھا کہ:۔''اشتہار مندرجہ عنوان کے صفحہ ۶ میں جو یہ الہام درج ہے۔ **فسیکفیکھم اللہ** اس کی تفصیل مکرر توجہ سے یہ کھلی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے کنبہ اور قوم میں سے ایسے تمام لوگوں پر کہ جو اپنی بیدینی اور بدعتوں کی حمایت کی وجہ سے پیشگوئی کے مزاحم ہونا چاہیں گے اپنے قہری نشان نازل کرے گا اور ان سے لڑے گا۔ اور انہیں انواع واقسام کے عذابوں میں مبتلا کرے گا۔ اور وہ مصیبتیں ان پر اتارے گا جن کی ہنوز انہیں خبر نہیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو اس عقوبت سے خالی رہے کیونکہ انہوں نے کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ بیدینی کی راہ سے مقابلہ کیا''۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مرزا احمد بیگ کی موت کے علاوہ بعض اور موتیں بھی اس خاندان میں ہوئیں اور بعض دوسرے مصائب بھی آئے اور محمدی بیگم کے ماموؤں مرزا امام الدین اور مرزا نظام الدین وغیرہ پر جو اس شرارت اور مخالفت کے اصل بانی مبانی تھے جس طرح خدائی عذاب کی تجلی ہوئی وہ ایک نہایت عبرت انگیز کہانی ہے۔ یہ تین بھائی تھے اور ان کا گھر اس وقت خانگی رونق اور چہل پہل کا بہترین نمونہ تھا۔ مگر اس کے بعد پھر خدائی عذاب کا کوڑا ان پر ایسا چلا کہ وہ مختلف قسم کی تنگیوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوگئے۔ اور ان کا گھر خالی ہونا شروع ہوگیا حتی کہ وہ وقت آیا کہ سارے گھر میں صرف ایک یتیم بچہ باقی رہ گیا۔ اور باقی سب حضرت اقدس مرزا صاحب کی دن دونی رات چوگنی ترقی وکامیابی اور اپنی تباہی دیکھتے ہوئے رخصت ہوئے۔ پھر عجیب بات یہ کہ وہ یتیم بچہ مرزا گل محمد حضرت اقدس مرزا صاحب کے حلقہ بگوش مریدوں میں داخل ہوا۔ اور یہی وہ خدائی تعویذ ہے جس نے اسے بچالیا۔

مرزا سلطان محمد کے متعلق وعید کیوں ٹل گیا:

جب پیشگوئی کے ٹھیک مطابق مرزا احمد بیگ فوت ہوگیا تو مرزا احمد بیگ اور مرزا سلطان محمد کے خاندانوں میں تہلکہ مچ گیا۔ اور یہ لوگ سخت خوف زدہ ہوکر حضرت اقدس مرزا صاحب کی طرف جھکے اور آپ سے دعا کی درخواستیں کیں اور ٹھیک وہی نظارہ قدرت نے دہرایا جیسے کفار مکہ حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں قحط دور ہونے کے لئے دعا کرانے کے واسطے حاضر ہوئے تھے۔ یہ لوگ بھی خطوط کے ذریعہ دعا کرانے حاضر ہوئے جس طرح قرآن کریم نے **ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون** فرما کر کفار مکہ کی حالت قلبی کا اظہار کیا ہے کہ ان کی زبان حال سے یا ان کے قلب کی گہرائیوں سے یہ دعا نکل رہی تھی کہ اے ہمارے رب ہم پر سے عذاب دور کردے ہم ایمان لے آئے یہی حال یہاں تھا کہ ان کے دل اور زبان دونوں سے عذاب کے دور ہونے کی دعا نکل رہی تھی۔ سلطان محمد کے رشتہ داروں اور محمدی بیگم کی والدہ وغیرہ نے صدقے کئے۔ قربانیاں کیں۔ خیراتیں کیں۔ توبہ واستغفار کئے۔ ہمارے مکرم دوست سید امجد علی شاہ صاحب سے اس خاندان کے ایک فرد مرزا رحمۃ اللہ بیگ صاحب نے ذکر کیا کہ یہ ایک واقعہ ہے کہ محمدی بیگم کے شوہر مرزا سلطان محمد کی ماں رات کو کھڑی رہ کر توبہ واستغفار کرتی اور دعائیں مانگتی رہتی تھیں۔ اسی طرح اسی خاندان کے ایک فرد مرزا دین محمد صاحب نے سید امجد علی شاہ صاحب سے ذکر کیا کہ ''مرزا احمد بیگ کے مرتے ہی سارے خاندان پر اس قدر ہیبت طاری ہوگئی کہ بیان سے باہر ہے۔ ہم توبہ کرتے ہیں۔ ہماری کیا مجال ہے کہ ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی شان میں کوئی لفظ کہیں۔ ان کا تقدس مسلم ہے''۔ خود مرزا سلطان محمد (محمدی بیگم کے شوہر) کا رویہ حضرت اقدس کے ساتھ نہایت عاجزانہ اور مخلصانہ ہوگیا تو پھر ان لوگوں کی حالت بدلنے پر کیوں نہ تقدیر الٰہی بدل جاتی۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں وعدہ ہے کہ **وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون** کہ یہ اللہ کی شان کے منافی ہے کہ وہ لوگوں کو عذاب دے اس حالت میں کہ وہ استغفار کررہے ہوں۔ تو پھر یہ سنت اللہ کس طرح بدل جاتی۔ اسی حقیقت کا اظہار حضرت مرزا صاحب نے اپنے اشتہار مؤرخہ ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء میں کیا ہے۔ اور مرزا سلطان محمد کے اور اس کے بزرگوں کے توبہ واستغفار کے خطوط کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

(جاری) ☆☆☆

حضرت امام الزماںؒ کی پاک تعلیم

ادارہ

واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو، پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ میرے اس گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ کے کلام میں یہ وعدہ ہے' انی احافظ کل من فی الدار'' یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چہار دیواری کے اندر ہے، میں اس کو بچاؤں گا اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے، جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اس کا بیٹا، وہ دکھ اٹھانے صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے وہ ایسا ہے کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے اور باوجود ایک ہونے کے اس کی تجلیات الگ الگ ہیں، انسان کی طرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آوے تو اس کے لیے وہ ایک نیا خدا بن جاتا ہے اور ایک نئی تجلی کے ساتھ اس سے معاملہ کرتا ہے اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے مگر یہ نہیں کہ خدا میں کچھ تغیر آجاتا ہے بلکہ وہ ازل سے غیر متغیر اور کمال تام رکھتا ہے لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان کا دل متغیر ہوتا ہے تو خدا بھی ایک نئی تجلی سے اس پر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ وہ خارق عادت، قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے۔ یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے اس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اس کے کل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ۔ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اس کو مقدم رکھو تا کہ تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے۔ مگر تم اس حالت میں اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے۔ تمہاری مرضی اس کی مرضی اور تمہاری خواہشیں اس کی خواہشیں ہو جائیں اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مراد یابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہوگا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر عمل کرے، اور اس کی رضا کا طالب ہو جائے اور اس کی قضا وقدر پر ناراض نہ ہو سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لیے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو، گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو، گو وہ گالی دیتا ہو، غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ تم میں بہت ہیں جو بظاہر حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑئے ہیں، بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے۔ جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خودنمائی سے ان کی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو، نہ خود پسندی سے ان پر تکبر ہلاکت کی راہوں سے ڈرو، خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی (اللہ) کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اس کے لیے ہر ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے چاہئے کہ ہر صبح تمہارے لیے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لیے گواہی

دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کرسکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔ تم ریا کاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے، کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے، اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے، کیا تم اس کو دھوکا دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جا اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ اور اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دے گی۔ اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو جو قبول کے لائق ہو ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکا دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا، کرلیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔

تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں۔ وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو، اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لیے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔ خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے، بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کرسکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کرسکتا، ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کرسکتا۔ خائن اس کا قرب حاصل نہیں کرسکتا اور ہر ایک جو اس کے نام کے لیے غیرت مند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کرسکتا وہ جو دنیا پر کتوں اور چیونٹیوں یا گدوں کی طرح گرتے ہیں۔ اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کرسکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے وہ جو اس کے لیے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات پائے گا وہ جو اس کے لیے روتا ہے وہ ہنسے گا، وہ جو اس کے لیے دنیا سے توڑتا ہے وہ اس کو ملے گا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو، تا کہ وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جائے دنیا ہزاروں بلاؤں کی جگہ ہے جن میں سے ایک طاعون بھی ہے سو تم خدا سے صدق کے ساتھ پنجہ مارو تا وہ یہ بلائیں تم سے دور رکھے۔ کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جب تک آسمان سے حکم نہ ہو اور کوئی آفت دور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔ سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو، نہ شاخ کو، تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا اگر کوئی طاقت رکھے تو توکل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے۔

اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے جو ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن، اور تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ ﷺ، سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو، تا کہ آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے خدا سچ ہے اور محمد ﷺ اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لیے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے، مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔

(بحوالہ: کشتی نوح، ص: ۱۰ تا ۱۳)

☆☆☆

موجودہ سائنسی ایجادات وصداقت قرآن کریم

موجودہ زمانہ کی سائنسی تحقیقاتیں قرآن کریم کے اصولوں کی مکذب نہیں بلکہ مویّد ہیں؟

حضرت مولاناشیخ عبد الرحمن صاحب مصری

سائنسی ترقیات کا دوراوراس کا طبائع پراثر:

آج سائنسی تحقیقاتوں کا زور ہے۔ نئی سے نئی ایجادیں ظہور میں آرہی ہیں۔ ان ایجادوں سے جہاں انسانیت فائدہ اٹھا رہی ہے وہاں اس کے لیے تباہی کے سامان بھی پیدا کررہی ہیں۔ اِن تحقیقاتوں اور ایجادوں نے عام طور پرلوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کردیا ہے۔ بدیں وجہ ان کا اثر تبائع پر اس قدر گہرا اور بُرا پڑا ہے کہ عام طور پرصرف عوام ہی نہیں بلکہ تعلیم یافتہ طبقہ بھی مذہب سے بیزار نظر آتا ہے۔ اور یہ سمجھا جانے لگ پڑا ہے کہ ان ایجادوں نے مذہب کی بنیادوں کو ہلا کررکھ دیا ہے۔

کائنات خدا کی فعلی اورقرآن خدا کی قولی کتاب ہے:

حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ہمارے نزدیک اسلام ہی چونکہ کامل اورسچا مذہب ہے جس کی کتاب قرآن کریم کا ایک ایک کلمہ خدائے عالم الغیب والشہادت کی طرف سے نازل شدہ ہے اس لیے یہ ناممکن ہے کہ کوئی سائنس اس کے کسی کلمہ کو غلط ثابت کرسکے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سائنس جس قدر ترقی کرے گی اوراشیاء کائنات کے خواص سے جس قدربھی پردے اٹھائے جائیں گے اسی قدرقرآن کریم کی صداقت نمایاں ہوتی جائے گی اور دنیا پرواضح ہوتا جائے گا کہ یہ کائنات اسی کی بتائی ہوئی ہے اور جس قدر قوانین اس میں کارفرما ہیں وہ سب اسی علیم اورقادرہستی کے ہی نافذ کردہ ہیں۔

قول اورفعل میں تضاد ممکن ہے:

پس یہ کائنات اگراس کی فعلی کتاب ہے تو قرآن کریم اس کی قولی کتاب ہے۔ جس طرح کسی عقل مند کے قول اورفعل میں تخالف اورتضاد نہیں ہوتا۔ اسی طرح خدائے حکیم کے قول اورفعل میں بھی تضاد نہیں ہوسکتا۔ اس لیے سائنس کی ترقی دوسرے مذاہب (باطلہ) کو باطل ثابت کردے تو کردے لیکن قرآن کریم کو باطل ثابت نہیں کرسکتی۔

دنیا کا کاروبار دوصفتوں رحمان اوررحیم کے ماتحت چل رہا ہے

قرآن کریم ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ رب العالمین کی حیثیت سے اس عالم کی ہر شے خداوند تعالیٰ کی ہی پیدا کردہ ہے۔ اور جس قدراس میں خواص رکھے گئے ہیں وہ سب کے سب اسی کے ہی ودیعت کردہ ہیں اوران کو پیدا کرنے کے بعداس نے انسان کو پیدا کیا اور بتلایا کہ کائنات کی تمام اشیاء انسان کی خدمت کے لیے ہی پیدا کی گئی ہیں۔ پس اس دنیا کا سارا نظام خداتعالیٰ کی دو صفتوں یعنی رحمان اوررحیم کے ماتحت چل رہا ہے۔

صفت رحمان کا عمل:

صفت رحمان اگرایک طرف ہمیں یوں بتلا رہی ہے کہ انسان کی پیدائش سے قبل بغیر اس کے کسی عمل کے ساری کی ساری کائنات خداتعالی نے محض اپنے فضل سے بطور اپنی نعمت کے انسان کی خدمت کے لیے پیدا کردی اور انسان کو ایسے قویٰ اورایسی استعدادیں عطا کیں کہ وہ اس سے کما حقہ خدمت لینے

کے قابل ہو سکے گویا اشیاء کائنات کے خواص اور انسان کو قویٰ اور استعدادوں میں کامل ہم آہنگی مہیا کردی تا دونوں میں باہمی تعاون کا سلسلہ ہموار ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو فرمایا: هو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعاً ثم استویٰ الی السماء فسوٰهن سبع سمٰوات وهو بکل شئی علیم یعنی وہ خدا ہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین وآسمان میں ہے تمہارے فائدہ کے لیے ہی پیدا کیا ہے اور اس سے اس کے کامل علم کا ثبوت ملتا ہے کہ اس نے انسان کو جس صورت پر پیدا کرنا تھا اسی کے مناسب حال کائنات بنادی اور اس سے فائدہ اٹھانے کی اس میں قابلیت اور صلاحیت بھی رکھ دی جیسا کہ فرمایا: الله الذی خلق السّمٰوات والارض و انزل من السّماء ماءً فاخرج به من الثمرات رزقاً لکم وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامره و سخر لکم الا نهار. و سخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنهار ○ واٰتکم من کل ماسالتموه وان تعدوا نعمت الله لا تحصوها ان الا نسان لظلوم کفار. (ابراہیم:۳۲ تا ۳۴)

فطرتِ انسانی کا تقاضا اور اس کا پورا کرنا:

مثال کے طور پر اپنی چند نعمتوں کا ذکر کرکے جن میں زمین آسمان بارش۔ دریا، کشتیاں، سورج، چاند، رات اور دن شامل ہیں۔ آخر میں فرمایا۔ غرض کہ ہر وہ چیز جس کی تمہاری فطرت اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کا تقاضا کرتی تھی۔ اس کو پورا کرنے کے لیے سب سامان ہم نے تم کو عطا کیے۔ باقی تمہیں نعمتیں تو اس قدر عطا کی ہیں کہ تم ان کا شمار بھی نہیں کرسکتے۔

مذکورہ بالا چند نعمتیں تو صرف بطور مثال کے ہیں لیکن انسان کی بدقسمتی ہے کہ وہ ان نعماء الٰہی کی قدر نہ کرتے ہوئے اپنی جانوں پر ظلم کرتا ہے یعنی ان سے حقیقی طور پر جو فائدہ اٹھانے چاہئے وہ نہیں اٹھاتا۔ خدا پر ایمان لانے سے صرف محرومی ہی نہیں بلکہ مادی فوائد سے بھی اپنے آپ کو محروم رکھتا ہے بلکہ اس ناشکری کے نتیجہ میں خدا سے بھی تعلق پیدا نہیں کرتا اور اس کے فیوض سے بھی اپنے آپ کو محروم رکھتا ہے۔

کائنات اور انسانی فطرت میں ہم آہنگی:

اور دوسری طرف انسان کے متعلق سورہ تغابن آیت ۳ میں فرمایا: خلق السّمٰوات والا رض بالحق و صوّر کم فاحسن صورکم یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو عین ضرورت حقّہ کے مطابق پیدا کیا اور تمہیں بھی بہترین ظاہری اور باطنی صورتیں عطا کی ہیں تا تم آسمان اور زمین کی اشیاء سے کام لے سکو۔ گویا اس آیت میں دونوں کے درمیان ہم آہنگی کی طرف اشارہ کردیا۔ پھر صاف الفاظ میں فرمایا وعلّم آدم الا سماء کلّها یعنی انسان کو ایک طرف تو تمام صفات الٰہیہ کا علم دیا یعنی اس کے اندر مظہر صفات الٰہی بننے کی قابلیت رکھ دیں اور دوسری طرف تمام اشیاء کے خواص دریافت کرنے کی قابلیت رکھ دی تا وہ مادی اور روحانی دونوں قسم کی نعمتوں اور برکتوں سے متمتع ہو سکے۔

صفت رحمانیت کا دائرہ وسعت:

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ سب نعماء الٰہی انسان کو خدا تعالےٰ کی صفت رحمانیت کے ماتحت عطا کی گئی ہیں۔ اسی طرح انسان کے اندر ان سے فائدے اٹھانے کی قابلیت اور استعداد بھی صفت رحمانیت کے ماتحت ہی رکھی گئی ہے۔

صفت رحیمیت کا عمل:

پس جو لوگ بھی ان سے فائدہ اٹھانے کی طرف اپنی کوششوں کی رُخ پھیر دیں گے۔ اور صحیح رنگ میں ان کو بجالائیں گے ان کے صلہ میں جو نتائج مرتب ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے ماتحت مترتب ہوں گے پس صفت رحمانیت سامان عطا

کرتی ہے اور صفت رحیمیت ان سامانوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے جو صحیح کوششیں انسانوں سے وقوع میں آتی ہیں ان کے نتائج سے ان کو متمتع کرتی اور ان کو ضائع ہونے سے بچاتی ہے۔

عالم روحانی اور اس تک پہنچنے کے اسباب:

مادی عالم اس کے علاوہ ایک اور عالم بھی ہے جسے روحانی عالم کہتے ہیں۔ انسان کو اس عالم کی سیر کرانے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحمانیت کے ماتحت ہی انسانوں کو سامان عطا کئے ہیں۔ اور وہ سامان نبیوں اور رسولوں کی شکل میں اور ان تعلیموں کی شکل میں عطا کئے گئے ہیں جو ان رسولوں پر نازل کی جاتی ہیں جیسا کہ فرمایا: **الرّحمان علّم القرآن** ان کی پیروی کے نتیجہ میں جو اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوتا ہے اور اس کے فیوض کا انسان جو مورد بنتا ہے۔ اس سے متمتع بھی انسان صفت رحیمیت کے ماتحت ہی ہوتا ہے۔ غرض کہ مادی اور روحانی کوششوں کے جو نتائج انسان کو ملتے ہیں وہ صفت رحیمیت کے ماتحت ہی ملتے ہیں۔ گویا کارخانہ عالم کی بنیاد متذکرہ بالا دونوں صفتوں پر ہی ہے۔

صفت رحمانیت کا مزید عمل اور اس کی چند مثالیں:

اس جگہ اس حقیقت کو واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ اشیاء کائنات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحمانیت کے ماتحت پیدا کر کے صرف خاص خواص ہی اس کے اندر نہیں رکھے بلکہ اس صفت رحمانیت کے ماتحت ہی ان کے درمیان تعاون کا سلسلہ بھی قائم کیا۔ یعنی ان میں سے ہر شے کے خواص کے ظہور کے لیے جس دوسری چیز کی ضرورت تھی۔ وہ بھی اس کے ساتھ ہی پیدا کر دی اور یہ امر بھی اللہ تعالیٰ کے کامل علم اور اس کی کامل تدبیر پر دلالت کر رہا ہے اور بتلا رہا ہے کہ یہ سب کائنات اتفاق نہیں بلکہ اسی مدبر علیم الکل ہستی کی ہی پیداوار ہے۔ چنانچہ **سورۃ الملک** آیت ۳،۴ کی مندرجہ ذیل آیت اس کا بین ثبوت ہے۔ فرمایا: **ماتریٰ فی خلق الرحمان من تفاوت فارجع البصر هل تریٰ من فتور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاساً وهو حسیر** یعنی رحمان خدا نے جو یہ کائنات پیدا کی ہے اے انسان اس میں تو ہرگز تفاوت نہیں پائے گا۔ یعنی اس میں یہ نقص تجھے نظر نہیں آئے گا۔ کہ اس میں کسی شے کو اپنے خواص کے اظہار کے لیے کسی دوسری چیز کی ضرورت ہے تو وہ چیز مفقود ہو اور اسے اپنے خواص کے اظہار کے لیے اسے میسر نہ آئے یہی تفاوت کے معنی ہیں۔ مثلاً پانی کو بخارات کی شکل میں تبدیل کرنے کے لیے حرارت کی ضرورت ہے۔ تو اس کی اس خاصیت کے ظاہر ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورج کو پیدا کیا۔ اور پھر بادل کی شکل اختیار کرنے کے لیے کرہ زمہریر کی ضرورت تھی وہ بھی مفقود نہیں بلکہ موجود ہے۔ اسی طرح زمین میں جو اگانے کی خاصیت ہے اس کے ظہور کے لیے جن اشیاء کی ضرورت تھی وہ سب کی سب موجود ہیں۔ اسی لیے آیت متذکرہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہر شے میں غور کر کے دیکھ لو اس میں کسی قسم کا نقص تم کو نظر نہیں آئے گا۔ بار بار نظر دوڑا کر دیکھ لو۔ تمہاری نظر تھک کر چور چور ہو جائے گی، مگر کوئی نقص دکھائی نہیں دے گی۔

دونوں قسم کی ترقیوں کے لیے قانون الٰہی:

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں جس طرح روحانی ترقی کے لیے قانون بنائے ہیں اور صرف انہی پر چل کر ہی انسان روحانی ترقی کر سکتا ہے۔ اپنے خود ساختہ قانونوں پر چلنا عبث ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: **فلا تزکوا انفسکم** ۔ تم اپنے خود تراشیدہ طریقوں سے اپنے نفوس کے تزکیہ کی مت کوشش کرو۔ صحیح طریق وہی ہے جس کا ذکر ہم نے **سورۃ الجمعه** میں کیا ہے اور یہ ہے: **هو الذی بعث فی الا میین رسولاً منهم یتلو اعلیهم ایاته ویز کیهم و یعلمُهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین** ۔ یعنی یہ رسول اس لیے بھیجا ہے کہ ہماری نازل کردہ تعلیم اور اپنی قوت قدسیہ کی پاک تاثیروں سے تمہارا تزکیہ کرے پس اسی طریق کو اپنے نفوس کے تزکیہ

کے لیے استعمال کرو ورنہ ناکام رہوگے۔ اور واقعات بتلا رہے ہیں کہ ایسے تمام لوگ باوجود محنت شاقہ کے ناکام ہی رہتے ہیں۔

اسی طرح مادی ترقی کے لیے بھی قانون بنائے گئے ہیں انہیں پر چل کر انسان مادی ترقی کر سکتا ہے اس کے لیے مسلمان ہونے کی کوئی شرط نہیں۔ جو شخص بھی خواہ وہ کافر ہی ہو ان قانونوں کو بروئے کار لائے گا وہ ان سے فائدہ اٹھائے گا۔ چنانچہ اس کے متعلق وضاحت سے بیان فرمایا: **ومن کان یرید حرث الدنیا نوئته منها وماله فی الا خرة من نصیب۔** یعنی جو شخص یا جو قوم صرف دینوی منفعتوں کی خواہشمند ہے ہم اسے دیتے ہیں۔ لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ (الشوریٰ آیت: ۲۰)

اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۱۸ تا ۲۱ میں مزید وضاحت سے فرمایا: **من کان یرید العاجلة عجلنا له فیها مانشاء لمن نرید ثم جعلنا له جهنم یصلٰها مذموماً مدحوراً و من اراد الا خرة وسعی لها سعیها وهومؤمن فاولیک کا ن سعیهم مشکورا کلّا نُمِدّ هٰؤ لاء من عطاء ربّک و ماکان عطاء ربک محظوراً انظر کیف فضلنا بعضهم علیٰ بعض وللاٰ خرة اکبر درجات واکبر تفضیلا.** (بنی اسرائیل: آیت ۱۸ تا ۲۰)

یعنی جو شخص دنیاوی منفعت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے ہم اس کی کوشش کو ضائع نہیں کرتے بلکہ جتنا ہم چاہتے ہیں اس کی کوشش کے مطابق اس کو عطا کر دیتے ہیں لیکن اگر وہ صاف دنیا حاصل کرنے کی طرف ہی اپنی کوششوں کی لگا دیتا ہے اور آخرت سے غافل رہتا ہے تو اس کے لیے آخرت میں جہنم ہے جس میں وہ قابل مذمت ہونے کی حالت میں اور دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔ اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور جیسی کوشش اس کے لئے درکار وہ اس کی کوشش کرتا ہے اور ایمان رکھتا ہے وہ یہی لوگ ہیں جن کی کوشش اللہ کے دربار میں مقبول ہوگی مادی ترقی اور روحانی ترقی کرنے والوں یعنی دونوں کی ہم اپنی عطاء سے مدد کریں گے۔ تیرے رب کی عطا کسی سے بھی روکی نہیں جائے گی۔ دیکھ لو! کس طرح ہم بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں یعنی کوشش کرنے والوں کو نکموں پر فضیلت دی جاتی ہے۔ البتہ اصل مقصد انسانی زندگی کا چونکہ خدا سے تعلق پیدا کرنا ہے اس لیے خدا کے نزدیک آخرت میں انہی کا درجہ بلند ہوگا۔ اور انہی کو فضیلت حاصل ہوگی جو آخرت کے لیے ساعی ہوں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مادی اور روحانی ترقی حاصل کرنے کے متعلق واضح قانون بتلا دیا ہے۔

مسلمانوں کی ابتدائی اور موجودہ حالت:

چنانچہ ابتدا میں مسلمانوں نے دونوں قانونوں پر عمل کر کے ان سے فائدہ اٹھایا اور دین و دنیا کی نعمتوں سے نہ صرف خود متمتع ہوئے بلکہ مغربی اقوام کو بھی تاریکی سے نکال کر علم کی روشنی میں لے آئے اور ان کے لیے روحانی ترقی کی راہیں بھی کھول دیں۔ لیکن بد قسمتی سے مسلمانوں نے بعد میں مادی ترقی کی راہ کو ترک کر دیا۔ جس کا خمیازہ آج تک بھگت رہے ہیں۔

مغربی اقوام کی حالت اور ان کی سعی کے نتائج:

لیکن ان کی شاگرد یعنی مغربی اقوام ہمہ تن اسی میں منہمک ہوگئیں۔ اور آج تک اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ مذکورہ بالا قانون کے ماتحت ترقی پر ترقی کرتی چلی جاتی ہیں اور **الذین ضلّ سعیهم فی الحیوة الدنیا** کے مصداق بنی ہوئی ہیں اور یہ ناممکن تھا کہ ان کی سعی اکارت جاتی اور بے ثمر رہتی۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے منافی تھا۔ اللہ تعالیٰ سورہ النجم کی آیت ۳۹ تا ۴۱ میں صاف فرماتا ہے۔ **و ان لیس للا نسان الا ماسعیٰ وان سعیه سوف یریٰ ثم یجزٰه الجزاء الا وفی** یعنی انسان کو نہیں ملتا مگر وہی جو اس نے کوشش کی یعنی انسان کو اس کی اپنی کوشش کا ثمرہ ہی ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ضرور اس کی کوشش

کو دیکھا جاتا ہے۔ پھر اس کو اس کی کوشش کا پورا پورا صلہ دیا جاتا ہے۔ پس جب یہ قانون الٰہی ہے تو کس طرح مغربی اقوام اپنی محنت کے صلہ سے محروم کی جا سکتی تھیں۔ انہوں نے کائنات کے ذرہ ذرہ کو کھنگال ڈالا اور مراد کے موتی حاصل کیے۔ خود بھی ان سے فائدہ اٹھایا۔ اور دنیا کو بھی ان فوائد سے متمتع کیا۔ آج دنیا کی کون سی قوم ہے جو ان کی ایجادات سے فائدہ نہیں اٹھا رہی ہے؟ کیا ان کی یہ کامیابیاں قرآن کریم کی صداقت پر واضح دلیل کا کام نہیں دے رہی ہیں ان کی ان کامیابیوں کو دیکھ کر مسلمانوں کے دلوں پر اثر تو یہ پڑنا چاہیے تھا کہ ہمارا خدا کیسا سچا خدا ہے کہ جو وعدہ اس نے محنت کرنے والوں کو دیا ہے اس کو کس صفائی سے پورا کر کے دکھلا رہا ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے بعض تعلیم یافتہ بجائے یہ نیک اثر لینے کے الٹا یہ اثر لے رہے ہیں کہ قرآن کریم کو ہی چھوڑ رہے ہیں۔ اور قرآن کریم کی روحانی اقدار کی طرف مائل ہونے کی بجائے مغرب کی مادی اور مردہ اقدار پر گدوں کی طرح گرے جاتے ہیں۔

مغربی اقوام کی ایجادات درحقیقت قرآنی اصولوں کی ہی تصدیق کر رہی ہیں:

جیسا کہ بتلایا جا چکا ہے قرآن کریم سائنس کی کتاب نہیں اس کا اصلی مقصد انسان کی دنیاوی حالت کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ اس کی اخلاقی اور روحانی حالت کو درست کر کے اسے باخدا بنانا ہے۔ اس غرض کے حصول میں چونکہ سائنسی انکشافات بھی ایک حد تک مد ہو سکتے ہیں۔ اس لیے اس کے قائم کردہ اصول دنیا کے سائنس دانوں کو اس بات کی طرف دعوت ضرور دے رہے ہیں۔ کہ اِن اصولوں پر کاربند ہو کر نئے سے نئے علوم کا انکشاف کریں۔ اور نئی سے نئی ایجادات وجود میں لائیں۔ جس سے دنیا مستفید ہو اور اس کی ہستی پر ایمان پیدا ہو۔ کیونکہ اس دنیا کی ہر چیز انسان کے فائدہ کے لیے ہی بنائی گئی ہے اور اس کی پیدائش کی صرف ایک ہی غرض ہے کہ وہ انسان کی خدمت کرے اور اپنے وجود سے اسے فائدہ پہنچائے۔ پس اشیاء عالم کے جوں جوں نئے نئے فوائد ظاہر ہوتے جائیں گے توں توں ہی قرآن کریم کی صداقت بھی نمایاں ہوتی چلی جائے گی۔ اور اہل دنیا پر واضح ہوتا چلا جائے گا کہ اس کے کلمات فی حقیقت، اللہ عالم الغیب والشہادت کے ہی کلمات ہیں۔ قرآن کریم کی آیت اسی مقصد کی طرف ہمیں دعوت دے رہی ہے۔ فرماتا ہے: **الم تروا ان اللہ سخر لکم مافی السمٰوات ومافی الارض و اسبغ علیکم نعمہ ظاھرۃ و باطنۃ ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتاب منیر۔** (سورہ لقمان: آیت ۲۰)

یعنی اے لوگو! کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ہر چیز کو مسخر کر دیا ہے۔ خواہ وہ چیز آسمانوں میں ہو یا زمین میں وہ تم پر اپنی تمام نعمتوں کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ یعنی اس کائنات کی ہر شے تمہارے لیے بطور نعمت کے بھی ہے اور بطور خدمت گذار کے بھی ہے۔ اور اس کو اس طرز پر بنایا گیا ہے کہ تم اس سے پوری طرح خدمت لے سکتے ہو۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم ان نعمتوں سے خدمت لیتے ہوئے ان کے اندر ودیعت کیے ہوئے خواص اور فوائد سے متمتع حاصل کرو۔

ان نعماء الٰہی کے دو پہلو ہیں ایک پہلو تو ان کا ظاہر سے تعلق رکھتا ہے اور اس پہلو کے لحاظ سے یہ نعماء خود بخود تم کو فائدہ پہنچا رہی ہیں۔ لیکن دوسرا پہلو ان کا باطنی پہلو کہلا سکتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ظاہری فوائد کے علاوہ ان کے اندر اور بھی بہت سے فوائد ہیں جن کو تم اپنی محنت شاقہ اور کاوش سے معلوم کر سکتے ہو۔ اور جوں جوں تم کو ان فوائد سے آگاہی ہوتی جائے گی جن کی طرف ہم نے **باطنۃ** کے لفظ میں اشارہ کیا ہے توں توں ان کے خالق کی معرفت اور اس کی محبت میں تمہارے لیے اضافہ در اضافہ ہوتا چلا جانا چاہیے۔ اور قرآن کریم کے کے اتارنے سے ہماری اصل غرض یہی ہے کہ تم اپنے خالق کو پہچانو اور اس سے حقیقی تعلق پیدا کرو۔ چنانچہ اسی لیے ان نعماء کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بارے میں بغیر کسی علم کے بحث کرتے ہیں

پس ہم نے ان نعماء کے ذریعہ تمہاری بحثوں کی بنیاد علم پر رکھ دی ہے۔ اسی طرح دوسری بنیاد ہدیٰ اور کتاب منیر ہے۔ اور وہ بھی قرآن کریم کے ذریعہ مہیا کردی ہے۔ چنانچہ سارے قرآن کریم میں یہی طرز اختیار کی گئی ہے۔ کہ مظاہر عالم کی طرف متوجہ کرنے کے بعد خدا پر ایمان لانے اور اس سے تعلق پیدا کرنے کی طرف متوجہ کرنے کے بعد خدا پر ایمان لانے اور اس سے تعلق پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ مثال کے طور پر یہ آیتیں:

اذا لسّماء انشقت واذنت لربّها وحقت واذالارض مدّت و القت مافيها وتخلّت واذنت لربّها وحقّت يايّهاالا نسان انک کادح الیٰ ربّک کدحاً فملاقيه. (سورہ انشقاق آیت ۱تا۶) جب آسمان پھٹ جائے اور اپنے رب کی بات سنے گا اور وہ اسی کے لائق ہے اور جب زمین پھیل جائے گی اور جو اس کے اندر ہے وہ نکال دے گی اور خالی ہوجائے گی، اور اپنے رب کی بات سنے گی اور وہ اسی لائق ہے۔ اے انسان! تو سخت کوشش کر کے اپنے رب کی طرف پہنچنے والا پھر اس سے ملنے والا ہے۔ یہاں آسمان کے انشقاق کی نعمت اور زمین کی وافر پیداوار مہیا کرنے کی نعمت کا ذکر کرنے کے بعد توجہ اسی طرف دلائی ہے کہ خدا سے تعلق پیدا کرنے کے لیے مجاہدہ سے کام لو۔ اس کے نتیجہ میں تم خدا کی لقاء کی نعمت سے متمتع ہوجاؤ گے۔ **اذالسماء النشقت** اور **واذالارض مدّت** کی تشریح آگے چل کر کیجائے گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ گو قرآن کریم سائنسی علوم میں ترقی کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے لیکن اس کی اصل غرض اور حقیقی مقصود جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر مضبوط ایمان پیدا کرنا اور اس کے وصال سے بہرہ ور کرنا ہے۔

موجودہ سائنسی ترقیات کی تفصیل اور قرآنی بیانات کی تصدیق:

اب ذیل میں نعماء کے باطنی حصہ کی تفصیلاً درج کرنے کے علاوہ ان فوائد پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ جو موجودہ سائنسی علوم کی مدد سے منصۂ شہود میں آئے ہیں یا جن کے آنے کی توقع ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورج کی تسخیر کا ذکر فرمایا ہے۔ اب تک اس سے جو ظاہری فوائد انسان کو حاصل ہو رہے تھے وہ تو سب کو معلوم ہی ہیں۔ لیکن اب یہ کوشش ہو رہی ہے کہ اس کی شعاؤں اور اس کی حرارت کو جمع کر کے ان سے مختلف انواع کے فوائد حاصل کیے جائیں اور اس میں کامیابی کے امکانات روشن سے روشن تر ہوتے جارہے ہیں۔ جب اس میں کامیابی کے امکانات ہو جائے گی تو کیا قرآن کریم کے اس بیان پر مہر تصدیق ثبت نہ ہو جائے گی۔ کہ سورج میں تمہارے لیے ظاہری فوائد کے علاوہ ایسے فوائد بھی رکھے ہوئے ہیں جو ابھی مخفی ہیں۔ لیکن تم اپنی کوشش سے انہیں دریافت کرسکتے ہو۔ اس کے مزید خواص کی دریافت یقیناً اس بات کا ثبوت ہوگا کہ جو قرآن کریم نے فرمایا: **وسخر لکم الليل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره ان فی ذالک لا يات لقوم يعقلون.** پس سورج کے مسخر ہونیکا اعلان اور پھر اس کے خواص کے دریافت کرنے کی طرف رغبت دلانا گیا۔

اس بات کا بین ثبوت نہیں کہ خدا نے ہی اس کو پیدا کیا ہے۔ اور اسی نے ہی اس کے اندر خاص خواص ودیعت کئے ہیں۔ اگر اس نے نہ کئے ہوتے تو وہ کس طرح اپنی کتاب میں ان کو دریافت کرنے کی تلقین کرسکتا تھا۔ کیا یہ امر اس بات کا ثبوت بہم نہیں پہنچاتا کہ قرآن کریم خدا کا ہی کلام ہے اگر یہ حضرت بنی کریم صلعم کا قول ہوتا تو آنحضور صلعم کو اس کے باطنی یعنی پوشیدہ خواص کا علم کس طرح ہوسکتا تھا۔

چاند کے متعلق نئے انکشافات:

یہ تو سورج کا حال ہے آیئے اب چاند پر ایک نظر ڈالیں۔ چاند کے متعلق قرآن کریم کہتا ہے:

والقمر اذاتسق لتركبن طبقاً عن طبق. یاد رہے کہ قرآن کریم کے الفاظ میں لچک بھی ہے اور وسعت بھی ہے۔ آج

کل چاند کی مختلف حالتوں کے متعلق تحقیق کا جو سلسلہ جاری ہے اس کا نقشہ قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیات میں ۱۴۰۰ برس پیشتر بتایا جا چکا ہے۔ وسق کے معنی عربی زبان میں متفرق کو جمع کرنے کے ہیں۔ چنانچہ کون نہیں جانتا کہ آج سائنسی علوم نے اس بارے میں جو تحقیقاتیں کی ہیں ان سے چاند کی متفرق حالتوں کو جمع کرنے میں کافی کامیابی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ اس کے پوشیدہ حصہ کے بھی فوٹو لے لیے گئے ہیں جو آج تک دنیا کی نظروں سے مخفی چلا آتا تھا۔ اور اس کے بعد قرآنی الفاظ اس بارے میں ان انسانی مساعی کا جس رفتار سے وہ چل رہی ہیں۔ نقشہ بھی پیش کر رہے ہیں۔ فرمایا: **لتر کبن طبقاً عن طبق** یعنی اس غرض کو حاصل کرنے کے لیے تمہیں اپنا سفر مرحلہ در مرحلہ طے کرنا پڑے گا۔ یعنی ایک ہی دفعہ تمہیں یہ مقصد حاصل نہیں ہو جائے گا۔ یعنی کبھی اس کی کسی حالت کا انکشاف ہوتا ہے اور کبھی کسی کا اور یہ قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔ اسی لیے اس کے بعد فرمایا: **فما لھم لا یؤمنون و اذا قرئ علیھم القرآن لا یسجدون بل الّذین کفرو ایکذّ بون**۔ یعنی ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی زبردست صداقت کا مشاہدہ کرتے ہوئے بھی ایمان نہیں لاتے اور جب قرآن کریم کی صداقتیں ان کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ تو اس کے آگے سر تسلیم خم نہیں کرتے۔ بلکہ انکار و تکذیب ہی پر مصر رہتے ہیں۔ النجوم جن کے بارے میں قرآن کریم میں مسخرات کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ان کے متعلق بھی نئی سے نئی معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔

آسمان کی تسخیر اور قرآنی الفاظ کی صداقت:

اب سماء کو لیجئے جس کی تسخیر کا بار ہا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ قرآن کریم نے اس کے بارے میں بطور پیشگوئی یہ الفاظ فرمائے ہیں: **اذا السّماء انشقت** یعنی ایسا وقت آنے والا ہے کہ ان بلندیوں کے راستے بھی انسان کے لیے کھلتے جائیں گے۔ جن کو قرآن کریم میں لفظ سماء سے تعبیر کیا گیا ہے ان کے رب کی طرف سے ان کو یہی حکم ہے جس پر وہ کان دھریں گے اور مخلوق ہونے کی وجہ سے یہی ان کی شان کے شایاں ہے۔ کیا اب واقعات نے ثابت نہیں کر دیا کہ قرآن کریم کی یہ پیشگوئی حرف بحرف ہمارے اس زمانہ میں پوری ہو گئی ہے کیا اس حقیقت کا انکار کیا جا سکتا ہے کہ بلندیوں نے انسان کے لیے راستے اس حد تک صاف کر دیئے ہیں کہ انسان ان میں کھڑے ہو کر آزادانہ طور پر اِدھر اُدھر پھرنے لگ پڑا ہے کیا قرآن کے الفاظ **واذنت لربّھا وحقت** سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ بلندیاں خدا کی پیدا کردہ اور اسی کے حکم کے ماتحت ہیں۔ جب الٰہی تصرف کے ماتحت انسان نے ان کو مسخر کر لیا تو وہ فوراً مسخر ہو گئیں۔ دوسری آیت میں **ذات الحبك** فرما کر اس کے مختلف راستوں کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

زمین میں انقلابات کی پیشگوئی:

زمین میں انقلابات کا ایک پہلو تو قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ **واذا الارض مدّت والقت مافیھا وتخلّت واذنت لربھا وحُقّت** عربی کی مشہور لغت کی کتاب لسان العرب میں مدت الارض کے معنی لکھے ہیں کہ اس میں ایسی کھاد ڈالی جائے گی جو اس کی پیداوار بڑھانے میں بڑی ممد ثابت ہو گی۔ اب یہ حقیقت ہے کہ آج ایسی کھادیں ایجاد ہو رہی ہیں جس سے اناج اگانے کی جو صلاحیت اس کے اندر موجود تھی اس میں معتد بہ اضافہ ہو گیا ہے۔ اور ہر غلّہ کی پیداوار پہلے کے مقابلہ میں دُگنی، بلکہ تین گنی، بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے اور دوسرا پہلو اس کے انقلاب کا لفظ تخلّت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے معنی لغت میں یہ لکھے گئے ہیں کہ جو کچھ اس کے اندر ہے وہ پورا زور لگا کر باہر نکال دے گی۔ اس کی مزید وضاحت سورۃ الزلزال میں ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ **اذا زلزلت الارض زلزالھا واخرجت الا رض**

اثقالھا یعنی زمین پرایک ایسا زبردست انقلاب آنے والا ہے جس کے نتیجہ میں زمین اپنے سارے قیمتی خزانوں کو باہر نکال دے گی۔ اب دیکھ لو کہ ان الفاظ کو حرف بہ حرف پورا کر کے دکھلا دیا ہے۔ زمین تیل کے خزانے اُگل رہی ہے۔ کہیں پٹرول کے ذخیرے نکال رہی ہے۔ کہیں سونے کی کانوں کو وجود میں لا رہی ہے۔ کہیں رسوئی گیس کو نمودار کر رہی ہے۔ اور کہیں مختلف قسم کی دھاتیں نکال کر ملکوں کی دولت میں اضافہ کا موجب بن رہی ہے۔ قرآن کریم کا خدا کہتا ہے کہ تحت الثریٰ میں جو خزانہ مدفون ہیں وہ بھی خدا کے ہی پیدا کردہ ہیں اور اپنے وقت پر زمین کو خدا کا ہی حکم ہوگا کہ وہ سب کو باہر نکال دے۔ سو وہ اس حکم الٰہی کو بسر و چشم بجالائے گی اور بوجہ مخلوق ہونے کے یہی اس کی شان کے شایاں بھی ہے۔

فضا میں انقلاب:

قرآن کریم نے الفاظ ''وما بینھما'' کے ذریعہ انسان کے لیے فضا کے مسخر ہونے کا بھی اعلان کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی پرندوں کے متعلق فرمایا: اولم یروالی الطیر مسخرات فی جو السماء مایمسکھن الّا اللہ ان فی ذالک لآیات لقوم یؤمنون کیا یہ لوگ پرندوں کی ساخت پر غور نہیں کرتے کہ کس طرح فضا میں وہ مسخر کئے ہوئے ہیں۔ یعنی ان سے بھی انسان کام لے سکتا ہے۔ خدا کے سوا ان کو فضا میں اس طرح بغیر کسی سہارے کے کون قائم رکھ سکتا ہے۔ اب دیکھ لو موجودہ سائنسی علوم نے کس طرح فضا پر اپنا تسلط جما لیا ہے۔ اور کس طرح اس کو مسخر کر کے انسان اس سے خدمت لے رہا ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی پرندوں کی ساخت کا مطالعہ کر کے اسی ساخت پر ہوائی جہاز بنائے ہیں۔ جو ہواؤں کو شق کرتے ہوئے یعنی چیرتے ہوئے دور دراز کی مسافتیں طے کرتے ہوئے مسافروں کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں قلیل ترین وقت میں پہنچا دیتے ہیں اور کس طرح قرآنی الفاظ اذاالسّماء انشقت کو پورا کرتے ہوئے ان ہوائی جہازوں کو راستہ دیتے چلے جاتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ سالوں کے سفر مہینوں میں اور مہینوں کے دنوں میں اور دنوں کے گھنٹوں میں اور گھنٹوں کے منٹوں میں طے ہو جائیں گے اور پھر منٹوں کے اس طرح جس طرح دیا سلائی جلائی جاتی ہے۔ کیا یہ سارے نظارے ہماری آنکھوں نے مشاہدہ نہیں کر لیے۔ کیا اس کے بعد اسلام کو سچا ماننے میں کوئی تردد ہے؟۔

پانی کی تسخیر اور قرآنی صداقت:

خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں پانی کے مسخر ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کے ظاہری فوائد سے تو ہر کس و ناکس واقف ہی تھا۔ لیکن باطنیت کے پوشیدہ خواص سے سائنسی تحقیق نے پردہ اٹھا لیا ہے۔ آج اسی پانی سے بجلی پیدا کی جا رہی ہے۔ اس سے قبل کیا اس سے بجلی پیدا کرنے کا وہم و خیال بھی کسی کو آ سکتا تھا۔ لیکن خدائے علیم نے کہا کہ ہم نے اس کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے۔ لہٰذا اس سے کام لو۔ اس کے باطنی خواص کو منصۂ ظہور میں لاؤ۔ اور دیکھو یہ خواص تمہارے کتنے کام آتے ہیں۔ چنانچہ آج اس سے پیدا کردہ بجلی سے جو بے شمار فوائد حاصل کیے جا رہے ہیں۔ انسانیت کس قدر اس سے مستفید ہو رہی ہے۔ اس کی بھاپ سے جو فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔ وہ بھی کچھ کم نہیں۔ سمندروں کو مسخر کیا۔ انکی تہہ میں جو خزانے مدفون چلے آ رہے تھے۔ ان سے مستفید ہونے کی خوب کوششیں ہو رہی ہیں۔ ان کے نتیجہ خیز ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آیت اذامرضت فھو یشفین میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تمہارے ہر مرض کے لیے اللہ تعالیٰ نے شفا کے سامان پیدا کیے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم نے ان الفاظ میں اس کی تشریح فرمائی ہے: لکل داء دواءٌ الّا الموت یعنی

موت کے سوا ہر بیماری کا علاج موجود ہے۔

آیت اور حدیث میں طب کے فن میں ترقی کرنے اور جڑی بوٹیوں کے خواص کی تحقیق کی طرف خاص طور پر رغبت دلائی گئی ہے۔ ہمارے سلف صالحین نے اس فن کو بھی اپنے زمانہ میں بڑی ترقی دی تھی۔ لیکن اب مغربی ممالک کے اطباء نے مسلمانوں کی تحقیق کو اساس بنا کر اس قدر اس فن میں ترقی کر لی ہے کہ اس کو ترقی کے عروج پر گویا پہنچا دیا گیا ہے۔ لیکن باوجود اس کے ابھی اور بہت کچھ کرنا باقی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی نہ ختم ہونے والی نعمتوں کے خزانے اپنے فضل سے ہمیں عطا کی ہیں۔ جنہیں دریافت کرتے کرتے ہم تھک جائیں گے۔ لیکن یہ خزانے ختم نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ موجودہ سمندر کے علاوہ سات سمندر اس کے ساتھ اور بھی مل جائیں اور دنیا کے سب درخت بھی قلمیں بن جائیں تب بھی خدا کے کلمات ختم نہیں ہوں گے ابھی تو ان نعمتوں کے بحر زخار کے ایک قطرہ سے بھی ہم بہرور نہیں ہوئے ہیں۔ خدا جانے کتنے مخفی خزانے آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ پڑے ہوں گے۔ ابھی تو یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے گھاس کے ایک پتہ کے بھی سارے خواص دریافت کر لیے ہوں۔

نو تعلیم یافتہ طبقہ کے لیے لمحہ فکریہ:

اب ہمارا نو تعلیم یافتہ طبقہ غور کرے کہ کیا سائنسی علوم کی موجودہ ترقی اور ان کی ایجادات خدا سے دور لے جانے کا موجب ہو سکتی ہیں۔ یا اس کے قریب لے جانے کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ کیا ایک ایک ایجاد خدا کے اقوال کو سچا ثابت نہیں کرتی۔ کیا اس حقیقت سے کوئی یا عقلمند طالب حق انکار کر سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ایک طرف تو کائنات کی ہر شئی کے متعلق فرماتا ہے کہ اسے انسانوں کے فوائد کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اور پھر ساتھ ہی فرماتا ہے کہ اس کے ظاہری فوائد کے علاوہ اس کے باطن میں بھی تمہارے لیے فوائد رکھے گئے ہیں۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرماتا ہے۔ کہ انسان کو ایسے قویٰ اور ایسی استعدادوں کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ اس میں ہر شے کے پوشیدہ خواص تک رسائی حاصل کرنے کی صلاحیت رکھی گئی ہے۔ پھر وہ ان کو معلوم کرنے کی طرف دلوں کو ابھارتا بھی ہے پس ان حالات میں کیا ہر ایجاد ہمیں خدا کی معرفت کی شراب طہور کے لبالب جام پلانے کا موجب نہیں بنتی۔؟ اور کیا ہمیں یہ سبق نہیں دیتی کہ ہم قرآن کو کتاب مہجور بنانے کی بجائے اس کی ہدایتوں پر عمل کر کے ہم خود ہر ایک فن میں دنیا کے استاد بنیں۔ جیسا کہ ہمارے اسلاف بنے تھے اور اپنے انحطاط اور اپنی تنزلی کو نعوذ باللہ قرآن کی طرف منسوب کرنے کے بجائے اپنی سستی اور غفلت اور قرآن کریم کی تعلیموں کو پس پشت ڈالنے کی طرف منسوب کرتے ہوئے اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اور یہی خدا کا قانون پہلے بھی تھا اور یہی اب بھی ہے۔

خدا کا قانون:

جو اس آیت میں مذکور ہوا ہے **والّذین جاھدوا فینا لنھد ینھم سبلنا** یعنی جو لوگ ہماری ہدایتوں کے مطابق کوششیں کرتے ہیں۔ تو ہم ان کو ضرور بالضرور کامیابی کے راستوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس نے ہمارے اسلاف کو کامیابیوں سے ہمکنار کر کے ثابت کر دیا کہ وہ اپنے وعدوں میں سچا ہے۔ لیکن جب ہم نے اس کی ہدایتوں کو بالائے طاق رکھ دیا تو پھر ہم اس کے دوسرے اٹل قانون کی زد میں آ گئے۔ اور وہ قانون آیت **ان اللہ لا یغیُر مابقوم حتی یغیر واما بانفسھم** میں بیان ہوا ہے یعنی اگر کوئی قوم اللہ تعالےٰ کی ہدایت پر عمل پیرا رہتی ہے تو اس کے ساتھ خدا کا معاملہ بھی وہی ہوتا ہے جو ہدایت پر چلنے والی قوموں کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ قوم، خدا کی بتلائی ہوئی راہ کو چھوڑ دیتی ہے تو اس کا معاملہ بھی اس کے ساتھ چھوڑنے والوں جیسا ہی ہوتا ہے ہاں پھر اگر وہ اپنی حالت میں تغیر

پیدا کر کے خدا کی ہدایتوں کے قالب میں اپنی زندگی کو ڈھال لے تو خدا کا معاملہ بھی اس کے ساتھ بدل جائے گا۔ پس ہم کو اپنی حالت میں تغیر کرنا چاہئے۔ نہ کہ ہم دوسری قوموں کی ترقی کو دیکھ کر جو خدا کے عام قانونوں کے ماتحت ان کو مل رہی ہے۔ روحانی خودکشی کے مرتکب ہو جائیں۔ کیونکہ قرآن کو چھوڑنا درحقیقت روحانی خودکشی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

قرآن کریم کی صداقت کا دوسرا پہلو:

میں نے شروع مضمون میں ہی بتلایا ہے کہ جس رحمانیت کے تحت دیئے ہوئے دنیاوی اسباب سے کام لینے والے اشخاص صفت رحیمیت کے ماتحت دنیاوی نتائج کو حاصل کرنے کے حق دار بن جاتے ہیں۔ اسی طرح اسی صفت رحمانیت کے ماتحت جو سامان قوموں کو روحانی ترقی کے لیے عطا کئے گئے ہیں۔ ان سے کام لینے والے ہی صفت رحیمیت کے ماتحت اس کے نتائج کو ضرور حاصل کرتے ہیں۔ اور وہ روحانی اسباب ایک تو قرآن شریف کی شکل میں اور دوسرے محمد رسول اللہ صلعم کے وجود میں دنیا کو عطا کئے گئے ہیں۔ پس اگر قرآن شریف اور سنت نبوی کی کماحقہ پیروی کرنے کے نتیجہ میں وہ نتائج پیروی کرنے والوں کو مل جاتے ہیں۔ جنہیں قرآن شریف نے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ تو قرآن شریف کا کتاب اللہ اور ذکرٌ لِلعالمین ہونا اور محمد رسول اللہ صلعم کا خاتم النّبیین اور رحمۃٌ للعالمین ہونا یقینی طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔

اولیاء کا وجود قرآن کی صداقت پر دلیل ہے:

سو یہ نا قابل انکار حقیقت ہے کہ قرآن شریف اور سنت نبوی کی پیروی سے ہزار ہا اولیاء اس امت میں پیدا ہوئے اور ہر ملک میں ان کا نشان ملتا ہے۔ جنہوں نے اپنی کرامات سے اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کے نمونوں سے اور مخالفین اسلام پر اپنے روحانی غلبہ کے ذریعہ شمع اسلام کو فروزاں رکھا۔ اور اپنے ساتھ تعلق پیدا کرنے والوں کے دلوں میں بصیرت سے بھرا ہوا ایمان پیدا کر کے ان کی زندگیوں کو پاکیزہ بنا دیا۔ کوئی صدی ایسے اہل اللہ سے خالی نہیں رہی۔ ایسے لوگ ہر صدی میں ان الّذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزّل علیھم الملائکۃ اور آیت لھم البشری فی الحیوٰۃ الدّنیا میں وعدہ الٰہی کے ماتحت اللہ تعالیٰ کے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہوتے رہے ہیں اور قرآنی وعدہ ''تؤتی اکلھا کل حین'' کی سچائی ثابت کرتے ہوئے مخالفین اسلام کے سامنے بطور حجۃ اللہ پیش ہوتے رہے۔

اِس زمانہ کا عظیم الشان ولی:

یوں تو اس امت میں ہزار ہاں اولیاء ہوئے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ خاص طور پر ہر صدی کے سر پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسے اولیاء اللہ کے مبعوث ہونے کی پیشگوئی اسلام میں چلی آ رہی ہے۔ جن کو احادیث میں مجدد کے نام سے پکارا گیا ہے۔ پھر ان مجددین میں بھی ایک ایسے مجدد کے متعلق پیشگوئی کی گئی ہے۔ (قرآن میں اجمالاً اور احادیث میں تفصیلاً) جس کو مسیح اور مہدی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے اور جس کی بہت بڑی شان بیان کی گئی ہے اور جس کو دیگر تمام مجددین پر فضیلت دی گئی ہے اور خاص مقام عطا کیا گیا ہے۔ اور جس کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ وہ ایسے وقت میں ظہور کرے گا جب کہ دنیا میں گمراہی کے گھٹا ٹوپ بادل چھا رہے ہونگے دہریت اور مادہ پرستی کا زور ہوگا شیطانی قوتیں پورے زور سے حق اور صداقت کے حقیقی نمائندہ یعنی اسلام پر حملہ آور ہو رہی ہوں گی۔ اور اس کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے درپے ہونگی۔ اور ظاہر ہے کہ یہ علامات ہمارے زمانہ پر ہی چسپاں ہوتی ہیں۔ اور ادھر چودھویں صدی آغاز ہو چکا تھا۔ جس میں اس مجدد کا ظہور لازمی تھا۔ پس ایک طرف چودھویں صدی کا آغاز اور دوسری طرف تاریکی کی انتہا۔ تیسرے مسلمانوں کی زبوں حالی اور مذہب کی حقیقی روح سے دوری یہ تقاضے کر رہے تھے کہ اس عظیم

الشان مجدد کی بعثت وقوع میں آئے۔ جسے شریعت میں مسیح اور مہدی کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ پس یہ ناممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے وعدہ کو بھول جاتا۔ جس کا ذکر اس نے آیت انا نحن نزلنا الذکر وانالہ' لحفظون اور آیت استخلاف لیستخلفنهم فی الارض کمااستخلف الذین من قبلهم میں کیا تھا۔ اور جسے اپنے رسول پاک صلعم کے ذریعہ حدیث مجدد میں دہرایا تھا۔ پس یہ وعدہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود میں پورا ہوگیا، جس نے پہلے اولیاء اور مجددین کی طرح خدا تعالیٰ کے مکالمہ مخاطبہ کا شرف پایا۔ بلکہ اپنے مقام اور اپنے مفوضہ کام اور زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے سب سے زیادہ پایا اور ہزاروں نشانوں اور کرامات اور دعاؤں کی قبولیت کے نمونوں سے اپنے ساتھ تعلق پیدا کرنے والوں میں بصیرۃ سے بھرا ہوا ایمان راسخ کر دیا۔ اور اسلام کا علم بلند کرنے اور اسے بلند رکھنے اور اس راہ میں اپنی ہر قیمتی سے قیمتی شے قربان کرنے کا بے پناہ جذبہ پیدا کر دیا۔ اور اپنے پیچھے ایسا عظیم الشان علم کلام چھوڑا۔ جو رہتی دنیا تک مخالفین اسلام کو سرنگوں رکھنے میں کام آتا رہے گا۔ اور اسلام کو تمام دیگر ادیان پر بزور دلائل غالب کر کے دکھلاتا رہے گا۔ جیسا کہ اس کی زندگی میں دکھلاتا رہا۔ افسوس کہ مسلمانوں نے نہ تو اپنے اللہ کے اس انعام کی قدر کی اور نہ ہی اس محسنِ عظیم کی قدر کی اور بجائے اس کا ساتھ دینے کے اور خدمتِ اسلام میں اس کا ہاتھ بٹانے کے اس پر تکفیر کی بوچھاڑ کر دی۔ اور ایسا کرتے وقت غور نہ کیا کہ ہم اپنے اس طریق سے حضرت نبی کریم صلعم کی حدیث کو بھی جھٹلا رہے ہیں۔ اور قرآنی وعدہ کی بھی تکذیب کر رہے ہیں۔ کاش! ہمارے مسلمان بھائی اب بھی غور سے کام لیں اور اس کی جماعت میں شامل ہو کر خدمت اسلام کے فریضہ کو سرانجام دیتے ہوئے اسلام کی سربلندی کا موجب بنیں یہ محض اس پر ایک افترا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو زمرہ انبیاء میں شامل کیا ہے۔ خواہ اس افترا کے مرتکب مخالفین ہوں یا اس کے غالی مرید۔ بہر حال یہ ایک بہت بڑا افترا اور بہتان عظیم ہے۔

نزول قرآن کی برکات:

یہ مضمون چونکہ نزول قرآن کی برکات کے اظہار کی تقریب کے سلسلہ میں لکھا گیا ہے۔ اس لیے اختصار کے ساتھ ان برکات کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے۔ نزول قرآن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن هدی للناس وبينٰت من الهدىٰ والفرقان۔**

اس آیت میں قرآن کریم کے متعلق تین خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

اول: ھدی للناس یعنی سیدھی اور کامیابی کی راہ پر چلنے کے گُر بتلانے والا۔

دوم: اس ہدایت کی راہوں کے درست ہونے پر عقلی دلائل۔

سوم: حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والے نشان۔ سو اس زمانہ کے مجدد حضرت مرزا غلام احمدؒ نے قرآن کریم کے ان تینوں وعدوں کو درست ثابت کر دیا۔ اس کا ھدی ہونا تو اس طرح ثابت کیا کہ اس پر عمل کر کے ان نتائج کو حاصل کیا۔ جن کا وعدہ اس آیت میں مومنوں کو دیا گیا ہے۔

قرآن کریم سے ہی اس کے ہر دعویٰ پر دلائل پیش کر کے اس کے کامل ہونے کا ثبوت پیش کیا۔ اور اس کے بالمقابل دیگر مذاہب کی کتابوں کو دعویٰ اور دلائل پیش کرنے سے عاجز ثابت کیا۔

تیسرے دعویٰ کا ثبوت خدائی نشانوں اور دعاؤں کی قبولیت کے نمونوں۔ اور اس میدان مقابلہ میں آنے سے دیگر مذاہب کے متبعین کے عاجز رہنے سے پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ ہدایت پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

اسلام اور علم

علم کا لفظ اپنے تمام تر معنی و مفہوم کے ساتھ قرآن پاک کی سات سو سے زیادہ آیات میں استعمال ہوا ہے۔اللہ کے وجود پر یقین رکھنے اور اسکی ربوبیت کے اقرار کو علم کہا گیا ہے،کائنات کے مطالعہ کو علم کا نام دیا گیا ہے،قدرت کے رموز سے پردہ اٹھانے کی کوشش کو بھی علم سے تعبیر کیا گیا ہے۔غرضیکہ دین و دنیا کی ہر تلاش و جستجو کو علم کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔اس ضمن کی چند آیات اس طرح ہیں:۔

۱۔ جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دے دیا گیا۔(سورہ بقرہ۔۲۶۹)

۲۔ تم میں سے وہ لوگ ایمان رکھنے والے ہیں جن کو علم بخشا گیا ہے، اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔(سورہ مجادلہ۔۱۱)

۳۔ ان سے پوچھو کیا جاننے والا اور نہ جاننے والے دونوں بھی یکساں ہوسکتے ہیں ،نصیحت تو عقل رکھنے والے ہی قبول کرتے ہیں۔ (سورہ زمر۔۹)

۴۔ اسی طرح ٹھپا لگا دیتا ہے اللہ ان لوگوں کے دلوں پر جو بے علم ہیں۔ (سورہ روم۔۵۹)

۵۔ ہر ایک علم والے سے اوپر۔ (سورہ یوسف۔۷۶)

۶۔ اور دعا کرو اے رب مجھے مزید علم عطا کر۔(سورہ طہٰ۔۱۱۴)

۷۔ جو بات غور سے سنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی دانش مند ہیں۔ (سورہ زمر۔۱۸)

۸۔ ان میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں (سورہ رعد۔۴)

۹۔ ہم نشانیاں واضح کر دی ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ (سورہ عنکبوت۔۳۵)

۱۰۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ (سورہ انعام:۳۲)

۱۱۔ کیا تم سوچتے نہیں۔ (انعام۔۵۰)

۱۲۔ اللہ کی بنائی ساخت بدلی نہیں جاسکتی۔ (سورہ روم۔۳۰)

۱۳۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔ (سورہ رعد۔۱۱)

۱۴۔ ان سے کہو کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلق کی ابتدا کی ہے۔ (عنکبوت۔۲۰)

۱۵۔ ان کے پاس دل ہے مگر وہ سوچتے نہیں،ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں،ان کے پاس کان ہیں مگر وہ سنتے نہیں، وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے۔ (سورہ اعراف۔۱۷۹)

۱۶۔ بیشک ہم نے اس کتاب قرآن کریم میں تمہارے لئے اتارا ہے،ذکر و نصیحت پس تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔ (سورہ انبیاء۔۱۰)

۱۷۔ بیشک جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ اللہ کے نزدیک کسی بدترین حیوان کی طرح ہیں جو نہ سن پاتے ہیں نہ بول پاتے ہیں۔ (سورہ انفال:۲۲)

۱۸۔ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے خدا ان پر گندگی ڈال دیتا ہے۔ (سورہ یونس۔۱۱)

۱۹۔ خدا کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ بہرہ گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ (سورہ انفال آیت ۲۲)

مندرجہ بالا آیات کے علاوہ قرآن میں علم کو زہد(۲۸:۸۰) پارسائی (۲۸:۳۵) فتح یابی (۲۸:۷۸) ثابت قدمی (۱۸:۶۸) ایمان (۳۴:۶) اور تزکیہ(۲:۱۲۹) کا سرچشمہ بتایا گیا ہے۔علم کو فخر اور روشنی کا ذریعہ بھی کہا گیا ہے۔(۱۶:۱۳،۱۵:۲۷)

جہاں ایک جانب زندگی کے ہر شعبہ میں علم کی برتری اور حکمرانی پر زور دیا گیا ہے وہیں بے خبری، لاعلمی، اور جہالت سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔صاف الفاظ میں فرمایا گیا ہے کہ ''لاعلم (جاہل) لوگوں کی جگہ دوزخ ہے۔(۷:۱۷۹)اس کے علاوہ جہل سے پیدا ہونے والی برائیوں

کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔مثلاً اعلان ہوا ہے کہ لاعلمی کے سبب کفر(۷:۱۳۸) تصادم (۵۹:۱۴) گستاخی (۴۹:۴) سرکشی (۴۸:۲۶) اور بدچلنی(۲۷:۵۵)جیسی برائیاں جنم لیتی ہیں۔

قرآنی احکامات کی روشنی میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے تسخیر دنیا کی خاطر مختلف علوم کے حصول کے لئے ہدایات صادر فرمائیں ،جس کا اصل مدعا عام مسلمانوں میں عقلیت پسندی کے رواج کو عام کرنا تھا اور علم کو ایک لازمی سرگرمی جتانا تھا۔اس ضمن کے کچھ ارشادات اس طرح ہیں:

۱۔ علم کو حصول ہر مسلمان (مرد اور عورت) کے لئے فرض ہے۔
۲۔ یا اللہ میں کسل وکاہلی سے پرہیز مانگتا ہوں۔
۳۔ تم میں سے بہتر وہ ہے جو دنیا کے بدلے آخرت کو نہ چھوڑے اور نہ آخرت کے بدلے دنیا سے منہ موڑے اور لوگوں پر بوجھ نہ بنے۔
۴۔ سب انسان سے بہتر وہ انسان ہے جس سے لوگوں کو نفع پہنچے۔
۵۔ میری امت کے بہترین لوگ عالم ہیں اور بہترین عالم رحم دل ہیں۔
۶۔ تم میں سے بہتر انسان وہ ہے جو خلق کے لحاظ سے بہتر ہو۔
۷۔ علم حاصل کرو خواہ اس کے حصول کے لئے چین کا سفر اختیار کرنا ہو۔
۸۔ عالم کے قلم کی سیاہی شہید کے خون سے زیادہ ہے۔
۹۔ اچھا سوال آدھا علم ہے۔
۱۰۔ جو شخص علم کے حصول کے لئے سفر اختیار کرتا ہے وہ اللہ کی راہ پر ہے حتیٰ کہ وہ واپس ہو جائے۔
۱۱۔ علم کا حصول پیدائش سے لے کر قبر تک چلنا چاہئے۔
۱۲۔ ایک گھنٹہ کی محنت بسلسلہ حصول علم کہیں زیادہ اہم ہے بمقابلہ شہیدوں کی نماز۔
۱۳۔ سب سے قبل جو چیز پیدا کی گئی وہ علم تھی۔
۱۴۔ علم حاصل کرو کیونکہ اس کا حصول اللہ کی راہ پر چلنا ہے۔
۱۵۔ جو شخص اپنا گھر علم کے حصول کے لئے چھوڑتا ہے وہ اللہ کے راہ پر چلتا ہے۔
۱۶۔ علم حاصل کرنے کے خواہش مند جنت میں فرشتوں کی جانب سے خوش آمدید کہے جائیں گے۔
۱۷۔ جو شخص علم اور عالم کا طرف دار ہے، اللہ اس کا طرف دار ہے۔
۱۸۔ جو شخص عالم کی عزت کرتا ہے، وہ میری عزت کرتا ہے۔
۱۹۔ ایک حکمت والا شیطان پر زیادہ سخت ہے بمقابلہ سو عابدوں کے۔
۲۰۔ عالم عابد پر اسی طرح بہتر ہے جیسے چاند ستاروں پر۔
۲۱۔ فرشتے اپنے پر پھیلائیں گے عالموں کو خوش آمدید کہنے کے لئے۔
۲۲۔ عالم اصل میں نبیوں کے وارث ہیں۔
۲۳۔ ایک مومن علم سے کبھی بھی مطمئن نہیں ہوتا ہے۔
۲۴۔ حکمت ایک کھوئی ہوئی دولت ہے جسے حاصل کرنا ہر مومن کا فرض ہے۔

قرآنی حکم اور پیغمبروں ہدایات کی بنا پر عہد وسطی میں مسلمانوں نے دنیاوی علوم پر زبردست قدرت حاصل کی ۔انہوں نے دینی علم کو دنیاوی علم سے الگ نہیں دیکھا۔ بلکہ دنیاوی علوم کے حصول کو عین دینی عمل سمجھا، یہ سلسلہ ایک ہزار سال جاری وساری رہا۔اس دور میں غیر اسلامی دنیا نے مسلمانوں سے بہت کچھ سیکھا، اور اپنی ترقی کی راہیں ڈھونڈنے میں اس علم کی ضرورت کو محسوس کیا، جسے مسلمانوں نے عام کر دیا تھا۔ آسٹریا کا ایک دانشور ڈاکٹر ہنس کوچلر نے ایک حالیہ بین الاقوامی کانفرنس میں تسلیم کیا کہ ''یہ ایک تاریخی سچائی ہے کہ اسپین کی مسلم تہذیب نے ہی عہد وسطی میں یورپ کو جہالت سے چھٹکارا دلایا اور فکری وعلمی ترقی کے راستے دکھلائے۔''

عہد وسطی میں اسلام نے علمی بلندیوں کو چھونے کیلئے دنیا کے تمام علوم سے استفادہ حاصل کیا اور ان میں ایک نئی روح پھونکی۔

بھولے ہوئے ہندوستانی، چینی، ایرانی اور یونانی علوم کو نئی زندگی بخشی اور ایسے علمی سماج کی بنیاد رکھی، جس کی ساری دنیا نے قدر کی۔اس دور میں الکندی، ابوالقاسم، زہراوی، زکریا رازی، ابن نفیس، ابن خلدون، ابن بیطار، مسکویہ، ابن رشد، البیرونی، بوعلی سینا، ابوکامل، خوارزمی، بغدادی، مسعودی، جابر بن حیان، ابن ہیثم، الفارابی، اور الغزالی جیسی مستند ہستیوں کا اسلامی دنیا میں جنم ہوا۔جنہیں آج بھی یورپ کے دانشور فلسفہ، کیمیا، طبیعیات، ریاضیات، فلکیات، وغیرہ کے مینارے مانتے ہیں۔اور تسلیم کرتے ہیں کہ اگر یہ شخصیات ظہور میں نہ آئی ہوتیں اور ان کے انکشافات نے سائنس کو جلا نہ بخشی ہوتی تو یقیناً آج کا سائنسی انقلابات رونما نہ ہو پاتا۔ نیوٹن، گلیلو، اور کیپلر جیسے دانشور حیرت

انگیز انکشافات پانے میں کامیاب نہ ہوتے۔

مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک دینی و دنیاوی علوم کو برابر کا درجہ عطا کیا، یہ وہ دور تھا جب دینی علماء عصری علوم کے واقف کار ہوا کرتے تھے۔لہٰذا ملت کی امامت نہایت خوبی سے کیا کرتے تھے۔لیکن نہ جانے کیوں اور کیسے یہ صورت بدلی اور علماء میں عصری علوم سے بیزاری پیدا ہوئی۔ پھر کیا تھا اسلامی زوال کا دور شروع ہوگیا۔جو اتنا عبرت انگیز تھا کہ بقول ایک دانشور محمد محمود کے ''آج دنیا کے منظرنامے میں قوم مسلم پست ترین مقام پر ہے اور پچھلی دو صدیوں میں اسے جس طرح کی ذلت وخواری اور شکست کا سامنا ہوا ہے اس کی دوسری مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملتی ہے'' سچ تو یہ ہے کہ تاریخ انسانی میں آج تک کسی قوم نے نہ تو اتنی بلندی پائی اور نہ تو اتنی پستی میں جا گری جتنی کہ قوم مسلم کے حصہ میں آئی۔اس صورت حال کے ذمہ دار یقیناً وہ قائدین تھے، جنہوں نے دین کو دنیا سے الگ کیا اور ان حکمرانوں کے اشاروں پر کام کرتے رہے جو مسلمانوں کو جاہل رکھنے میں اپنی عافیت سمجھتے تھے۔ان حکمرانوں نے اوہام پرستی، اور بدعات کو خوب بڑھاوا دیا نیز سیدھے سادھے،لیکن جاہل عوام کو باور کرادیا کہ یہ رسوم (Riuals) ہی دراصل دین اور روحانیت کا حصہ ہیں اور ان کی زندگی کا مدعا و مقصد ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام مسلمانوں کی نظروں میں علم کی کوئی اہمیت باقی نہ رہی اور حکمرانوں کو اپنے ظالمانہ اور غیر اسلامی اقتدار کو برقرار رکھنے میں آسانیاں فراہم ہوتی رہیں۔ایک اسلامی اسکالر نسیم حسن نے کتنا سچ کہا ہے کہ:

Diminishing Muslim Vision of Knowledge is singularly responsible for the decline of vitality and power of Muslim civilization.

افسوس کا مقام یہ ہے کہ آج ہمارے ملی رہنما اس سچائی سے آنکھیں مونڈے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں کہ اصل میں اللہ سے دوری اور اعمال بد مسلمانوں کے زوال کا اسباب ہیں گویا کہ جو قومیں مسلمانوں پر غالب ہیں وہ اللہ سے زیادہ قریب ہیں اور بہترین اعمال کے حامل ہیں۔کسی افلاس زدہ، شکست خوردہ اور پریشان قوم کو یہ جتانا کہ ان کی حالت زار کی وجہ ان کی بداعمالیاں ہیں بڑا ہی تکلیف دہ نظریہ ہے۔حق تو یہ ہے کہ افلاس اور جہل کے باوجود آج بھی ایک عام مسلمان دوسری قوموں کے مقابل اپنے اللہ اور رسول کا زیادہ شیدائی ہے اور دینی جذبہ میں سرشار ہے۔وہ دوسری قوموں کے مقابل زیادہ عبادت گذار بھی ہے، ہاں ضرور ہے کہ علم کی اہمیت کا احساس وہ کھو چکا ہے کیونکہ سماج کے مٹھی بھر رہبران ملت اور صاحب اقتدار طبقہ نے اس بات کی چنداں ضرورت نہ سمجھی کہ علم کو اسلامی تمدن میں عام کیا جائے، حالانکہ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ قوم مسلم کو یقین دلایا جاتا کہ ان کا شاندار ماضی پھر سے لوٹ سکتا ہے بشرطیکہ وہ سائنس کو اپنی وراثت سمجھتے ہوئے پھر سے اس میں سبقت حاصل کرے اور سائنسی تدابیر سے اپنی قسمت کو بدل کر رکھ دے۔

مسلمانوں کا غیر علمی رویہ دراصل سولہویں صدی میں رواج پاچکا تھا جب انہوں نے یورپ کے تاریک دور کے طور طریق کو اپنا کر اپنے زوال کے اسباب پیدا کرلئے، جبکہ یورپ نے مسلمانوں کے علمی اور فکری طرز زندگی کو اپنا کر ترقی کی جانب گامزن ہونے کے مواقع فراہم کرلئے جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

بہرحال اب وقت آگیا ہے کہ قوم مسلم بے معنی سیاحت سے چھٹکارا پائے، اور ماڈرن بصیرت رکھنے والے دانشوروں کی مدد سے علوم مختلفہ کے حصول کے لئے اپنے کو وقف کردے۔اس کوشش کے بغیر قعر مذلت سے نکلنا ممکن نہیں۔قرآن بھی تو یہی فرماتا ہے:

''ان اللہ لایغیر مابقوم حتی یغیروا مابانفسھم۔''

ترجمہ: واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا، جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدل دیتے۔''

(سورہ رعد آیت:۱۱)

(بحوالہ: قومی آواز)

☆☆☆

صحت عامہ

(صحت کے لیے مضر ومفیداشیاء پرایک نظر)

سرخ زہر: لال مرچیں سائنس کی روشنی میں

حنا فردوس آشنا

ہندوستان میں لال مرچوں کے استعمال کا رواج اس قدر عام ہے کہ ہر چھوٹے بڑے گھر میں سالنوں اور ترکاریوں کے ساتھ مصالحہ کے طور پر بہ افراط کھائی جاتی ہے۔ ہندوستان کے علاوہ دیگر ممالک یورپ، امریکہ، افریقہ، عرب، شام، ترکی وغیرہ میں کہیں بھی لال مرچ نہیں کھائی جاتی، لیکن ہندوستان میں یہ حالت ہے کہ دونوں وقت کے کھانے میں دسترخوان پر کوئی ترکاری یا سالن ایسا نہیں ہوتا جس میں لال مرچوں کا جزو نہ ہو۔

زبان کے چٹخاروں نے ہمیں کسی چیز کے نفع یا نقصان کے متعلق سوچنے اور سمجھنے کا موقع ہی نہیں دیا اگر زہر میں بھی ہمارے زبان کا چٹخارہ ہو تو اس کو بھی کھانے سے گریز نہ کریں اس سلسلے میں نہ ہمیں اپنی صحت کا خیال ہے اور نہ اپنے بیوی بچوں کی تندرستی کا۔ ہماری یہ حالت ہے کہ جہاں ذرا بچہ کچھ کھانے کے قابل ہوا اور ہم نے اس کے منہ میں مرچوں کے سالن ٹھونسنا شروع کئے، اول اول تو منہ بنا کروہ اپنی نفرت کا اظہار کرتا ہے لیکن ہم اس کی نفرت کو نظرانداز کردیتے ہیں۔ آخر کار بچہ مرچیں کھانے کا عادی ہوجاتا ہے اور وہ فطری جذبہ نفرت اس کے دماغ سے محو ہوجاتا ہے۔

مرچوں کے مضر اثرات سب سے پہلے غذا کی اس نالی پر پڑتے ہیں جو منہ سے شروع ہوکر مقعد تک گئی ہے۔ جب ہم کوئی ایسی چیز کھاتے ہیں جس میں مرچیں تیز اور زیادہ ہوں تو سب سے پہلے اس تیزی اور جلن کا اثر زبان محسوس کرتی ہے گویا قدرت کے بنائے ہوئے جسمانی نظام کے مطابق ہمیں مطلع کیا جاتا ہے کہ ہم کوئی ایسی چیز کھا رہے ہیں جس سے ہماری صحت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے لیکن ہم اس کی قطعی پرواہ نہیں کرتے۔ مرچوں سے مملو نوالہ زبان، منہ، حلق کو جلاتا ہوا معدے میں پہنچتا ہے معدے میں بھی مرچوں سے مملو نوالہ اپنے وہی مضر اثرات دکھاتا ہے جن سے منہ کا واسطہ پڑا تھا۔ معدے کے غشائے مخاطی میں سوزش اور جلن ہونے لگتی ہے اور اس سوزش کی وجہ سے رطوبت معدی کی اخراج بڑھ جاتی ہے اور اس بڑھی ہوئی رطوبت سے ہاضمہ خراب ہوجاتا ہے، بھوک کم لگتی ہے۔ ضعف معدہ لاحق ہوجاتا ہے اور معدے میں سرطان پیدا ہونے کا اندیشہ ہوجاتا ہے۔

ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے مقابلے میں دہلی اور یوپی کے اضلاع میں لال مرچ بہت زیادہ کھائی جاتی ہیں اور اس کے نتیجہ کے طور پر کوئی بواسیر میں مبتلا ہے کوئی رقت وسرعت کا شکار ہے، کسی کو نزلہ اور زکام ہے، کسی پر اسہال وپیچش جیسے امراض نے تسلط جما رکھا ہے۔ مرچوں کی زیادتی خون کو جلاتی ہے اور ہاضمے کو خراب کرتی ہے۔

معمولی مقدار میں مرچوں کے استعمال میں تھوڑی سی افادیت بھی ہے اور یہ بالکل قدرتی چیز ہے چونکہ اس پوری کائنات میں کوئی ایسی تخلیق نہیں کی گئی جو اپنے اثرات کی بنا پر صرف نقصان دہ اور مضر رساں ہو کیسی بھی ضرر رساں اور مضرت پہنچانے والی چیز ہو اپنے میں کچھ نہ کچھ افادیت کا عنصر ضرور رکھتی ہے۔ چنانچہ لال مرچیں بھی حسب ذیل فوائد کی حامل ہیں۔

مرچوں کو زیادہ تر مصالحہ کے طور پر سالنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اس سے غذاؤں کے نفاح کی اصلاح ہوتی ہے اور ہضم میں مدد ملتی ہے۔ محققین طب اس خیال کی تصدیق کرتے ہیں کہ مرچوں کو کم مقدار میں کھایا جائے تو ان کے اثرات سے معدے کی رطوبت اور لعاب دہن زیادہ پیدا ہوتا ہے، آنتوں کی حرکات ودودحدیہ بڑھ جاتی ہے اور یہ مدلعاب دہن مقوی معدہ اور کاسیر ریاح بھی ہیں۔

☆☆